₹40

جون، جولائی ۲۰۲۰

خواتین اسلام کا دینی، علمی واصلاحی ترجمان

ماہنامہ المؤمنات لکھنؤ

بنات طاہراتؓ

نمبر

بیاد:
مولانا محمد رضوان ندوی علیہ الرحمۃ اللہ
(بانی جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ)

ماہنامہ المؤمنات لکھنؤ

خواتین اسلام کا دینی علمی واصلاحی ترجمان

جلد نمبر: ۱۸، شمارہ: ۴، ۵ جون، جولائی ۲۰۲۰م، بہ مطابق شوال، ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ العالی

مدیرہ اعزازی
سعیدہ نظام الحق

مدیر مسئول
نجیب الحسن صدیقی ندوی

مدیر منتظم
مطیع الحق انظر قاسمی ندوی

رئیس التحریر
شاہ اجمل فاروق ندوی

مدیر تحریر
مطیع الرحمٰن عوف ندوی

بزم ادارت
آمنہ رضوان ● صالحہ رضوان ● مریم رضوان ● عاتکہ رضوان ومعلمات جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ المؤمنات
اودھ انکلیو، ہردوئی روڈ، دوبگا، لکھنؤ-۲۲۷۱۰۷

Monthly
AL-MOMINAT
Avadh Enclave Hardoi Road, Dubagga, Lucknow-227107
Phone : 8960000190
Mobile : 9335070285, 9654058854
Website : www.mominat.org
E-mail : jamiatulmominat@gmail.com

بدل اشتراک

قیمت فی شمارہ	۲۰ روپے
سالانہ	۲۰۰ روپے
اعزازی ممبر شپ	۳۰۰۰ روپے
لائف ممبر شپ	۵۰۰۰ روپے

بیرونی ممالک بذریعہ بحری ڈاک ۱۵ امریکی ڈالر

نوٹ: مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

پرنٹر، پبلشر نجیب الحسن صدیقی ندوی نے اسٹار انٹر پرائزیز لکھنؤ سے طبع کرا کر دفتر ماہنامہ "المؤمنات" اودھ انکلیو، ہردوئی روڈ، دوبگا، لکھنؤ سے شائع کیا۔

Designed at: Star Enterprises Lko. Mobile : 9369404677

Scanned with CamScanner

فہرست

اداریہ

اچھی بیٹیاں - ایک انسانی ضرورت	رئیس التحریر	۳

مضامین

حضور ﷺ کی اولاد	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۷
بے مثال ہیں آلِ نبیؑ!	مولانا حافظ محمد ادریس	۹
سیرت ابن اسحاق کے بیانات	ادارہ	۱۲
بنات النبی ﷺ	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری	۱۵
قرآن، حدیث اور تاریخ کے آئینے میں	مفتی محمد داؤد ندوی	۲۳
شفقتِ محمدی کے سائے میں	مولانا ذکی الرحمٰن غازی مدنی	۲۶
رسول کریم کی بناتِ ثلاثہ	اشرف علی ندوی	۳۵
حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ	زید مجتبیٰ	۴۰
حضرت زینبؓ	ثروت اصغر مؤمناتی	۴۲
خواتینِ عالم کی سردار حضرت فاطمہؓ	طالب الہاشمی	۴۴
حضرت فاطمہؓ کا عقد اور معاشی حالت	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۵۵
سیدہ فاطمہ زہراء - ایک مثالی بیوی	مولانا طالب حسین	۵۷
منقبت سیدہ فاطمہ زہراؓ	ڈاکٹر تابش مہدی	۶۰
مسند فاطمہ زہراءؓ - ایک مطالعہ	شاہ اجمل فاروق ندوی	۶۱
کیا رسول اکرم کی ایک صاحب زادی تھیں؟	مولانا عمران احمد ریاض الدین سلفی	۶۷
اردو شعراء کا خراج عقیدت		۷۳
معلوماتی انڈکس		۷۸

شرح اشتہارات

☆ بیک ٹائٹل ملٹی کلر: 10,000 روپے
☆ اندرون ٹائٹل ملٹی کلر: 8,000 روپے
☆ ایک صفحہ: 4,000 روپے
☆ نصف صفحہ: 2,000 روپے
☆ چوتھائی صفحہ: 1,000 روپے

شرائط ایجنسی

☆ ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں پر قائم کی جائے گی۔
☆ 5 تا 9 پرچوں کو ہر چوتھے ماہ VPP سے بھیجا جائے گا۔
☆ 10 تا 14 پرچوں کو ہر دوسرے ماہ VPP سے بھیجا جائے گا۔
☆ 15 یا اُس سے زائد کو ہر ماہ VPP سے بھیجا جائے گا۔

VPP واپسی کی صورت میں دوبارہ بھیجنے کے سارے اخراجات ایجنٹ کے ذمے ہوں گے۔

جتنے پرچے منگوائے جائیں گے وہ ایجنٹ کے ہوں گے۔

کمیشن کی شرح

5 تا 25 کاپیاں	:	25%
26 تا 50 کاپیاں	:	33%
51 تا 100 کاپیاں	:	35%
100 سے زائد کاپیاں	:	38%

رابطہ کریں

مولانا مطیع الحق انظر قاسمی ندوی (مدیر منتظم)
9335070285

ادا ریہ

اچھی بیٹیاں-ایک انسانی ضرورت

عنوان بہ ظاہر بے تکا سا ہے، لیکن بے معنی ہرگز نہیں۔ اس عنوان کو دیکھ کر پہلی نظر میں یہ اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ لکھنے والے نے کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑہ والا معاملہ کردیا ہے۔ بیٹی بیٹی ہے، اسے کسی عالمی یا بین الاقوامی مسئلے کے طور پر پیش کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ اس بات کو سمجھنے کے لیے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مبارک صفحے کو الٹنا پڑے گا۔

کائنات کی سب سے عظیم مخلوق (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) اپنے جاں نثاروں کے جلو میں جلوہ فرما ہے۔ اچانک ایک اجنبی حاضر خدمت ہوا۔ سرور کائنات سے مختلف سوالات شروع کیے۔ ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں پوچھ کر قیامت کی نشانیاں معلوم کیں۔ سرور کائنات نے قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: أن تلد الأمة ربتها۔ (بیٹی اپنی ماں کے قابو میں نہ ہوگی)۔ اس شخص نے بات سنی اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سرور کائنات نے اپنے پیارے دوستوں کو بتایا کہ یہ جبرئیل تھے۔ تمھیں دین کی بنیادی باتیں سکھانے آئے تھے۔ تاکہ تمھارے سامنے اہم باتیں معلوم کر کے تمھارے ذہن میں بٹھا دیں۔ اسی لیے اس حدیث کو ''حدیثِ جبرئیل'' کہا جاتا ہے۔ محدثین کے ہاں یہ حدیث بہت بنیادی اور اساسی احادیث میں شامل کی جاتی ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا بیٹی کا ماں سے سرکشی کرنا ہی سب سے خراب عمل ہوگا؟ کیا دنیا میں قیامت کے قریب دوسرے خراب کام یا واقعات پیش نہیں آئیں گے؟ اگر قیامت کے قریب ایسے یا اس سے بڑے معاملات پیش آئیں گے، تو آخر بیٹی کی نافرمانی کو قیامت کی اہم نشانی کے طور پر کیوں پیش کیا گیا؟ نافرمانی تو زیادہ بیٹوں میں ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت کا واقعہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہوگا۔ کائنات کو اس سے پہلے کبھی ایسے حادثے کا تجربہ نہ ہوا ہوگا۔ اس سے پہلے ایسے لاتعداد معاملات پیش آئیں گے، جو دنیا میں کبھی پیش نہ آئے ہوں گے۔ بیٹوں کا والدین کی نافرمانی کرنا کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے۔ لیکن بیٹی اپنے والدین اور بالخصوص ماں کی سرکش ہوجائے یہ بڑی عجیب بات ہے۔ آج کے گئے گزرے دور میں بھی بیٹیاں بیٹوں سے کہیں زیادہ فرماں بردار ہوتی ہیں۔ چودہ سو سال پہلے کی بات ہی الگ تھی۔ اُس زمانے میں تو بیٹیوں کے نافرمان ہونے کا تصور ہی نہ تھا۔ اسی لیے بیٹی کی نافرمانی کو قیامت کی ایک بڑی نشانی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

دل چاہتا ہے کہ اس بات کو یوں کہا جائے کہ **جب تک دنیا میں فرماں بردار اور اطاعت گزار بیٹیاں رہیں گی، اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔** بات وہی ہوگئی نا کہ اچھی بیٹیاں ایک انسانی ضرورت ہیں؟

اس کائنات کی سب سے عظیم، مقدس اور مثالی (Ideal) ہستی اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوری انسانیت کے لیے نمونہ بنایا ہے۔ اس حقیقت پر ہمارا ایمان بھی ہے اور یہ بات آئے دن ہمارے سامنے دہرائی جاتی بھی رہتی ہے۔ لیکن ایک پہلو عام طور پر نظر انداز ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی رہتی دنیا کے لیے بہترین نمونہ ہے، اسی طرح آپؐ کی ذات گرامی سے وابستہ جان دار و بے جان مخلوقات بھی بہترین اور بے مثال ہیں۔ آپؐ کا لباس، اوڑھنے پہننے کا ذوق، گھر بار، تکیہ بستر، برتن، سواریاں، شہر، مسجد، محلّہ سب کچھ ایسا مثالی اور شان دار ہے کہ اسے ہی ہر زمانے میں نمونہ بنانا چاہیے۔ اشیاء اور جمادات کے علاوہ آقا کی ذات گرامی سے وابستہ جو افراد تھے، وہ بھی کائنات کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ والدین، پڑوسی، شہر والے، گھر والے اور دوست یار، سب ایسے بے نظیر ہیں کہ وہ بھی اپنے آپ میں انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ کسی کو بہترین دوست دیکھنے ہوں، تو آقا کے دوستوں کو دیکھے۔ خوش نصیب پڑوسی دیکھنے ہوں، تو حضور کے پڑوسیوں کو دیکھے۔ عالی شان خسر اور داماد دیکھنے ہوں، تو سرور کائنات کے خسر اور داماد دیکھے۔ سب سے وفادار بیویاں دیکھنی ہوں تو سرکار کی ازواج مطہرات کو دیکھے۔ سب سے پیاری اور فرماں بردار بیٹیاں دیکھنی ہوں، تو سرور عالم کی بیٹیوں کو دیکھے۔ بیٹیوں کے سلسلے میں قرآن کریم نے بھی وضاحت فرمائی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ ان کی نسل بیٹوں کے بہ جائے بیٹیوں سے آگے بڑھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات ﷺ کو ایسی صاحب زادیاں عطا فرمائیں، جن کو انسانیت ہر زمانے اور ہر دور میں نمونہ بنا سکتی ہے۔ آقا کی چاروں صاحب زادیوں کی زندگی میں وہ تمام پہلو موجود ہیں، جن کو اختیار کر کے قیامت تک آنے والی ہر بیٹی اور خاص طور پر ہر مسلمان بیٹی اپنا نصیبا سنوار سکتی ہے۔

آیئے! رسول اکرم ﷺ کے چاروں جگر گوشوں کی بارگاہ میں حاضری دیں۔

یہ آقاؐ کی سب سے بڑی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ رسول کریم ﷺ اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر میں سب سے پہلے خوشیاں بکھیرنے والی۔ باپ کی لاڈلی اور ماں کی پیاری۔ بالغ ہوئیں تو والدین نے نہایت خوب صورت نوجوان اور اُن کے خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاص ابن ربیع رضی اللہ عنہ سے شادی کر دی۔ رسول کریم ﷺ کی نبوت کے ابتدائی دنوں میں جب گھر میں آپ کی اہلیہ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا، یہی بیٹی دل کا سکون بنتی تھی۔ ابتدائی دور کے سخت ترین حالات کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کیا۔ ہجرت مدینہ کی وجہ سے شوہر سے لمبی جدائی بھی برداشت کی، کیوں کہ کئی سال تک ان کے شوہر اسلام نہ لائے تھے۔ محمد ﷺ کی بیٹی ہونے کی وجہ سے کفار کے ذریعے ستائی گئیں۔ کفار کے ذریعے اپنے شکم مبارک میں پلنے والے ایک بچے کے ضائع ہونے کی تکلیف بھی برداشت کی۔ دو بچوں کی ماں بنیں، جن میں سے بیٹی امامہ اپنے نانا جان کی نہایت چہیتی، حالت نماز میں اُن کی گود میں رہنے والی اور آگے چل کر شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی بنیں۔ سیدہ زینبؓ نے تیس سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے والد گرامی کے زبان مبارک سے ”میرے لیے سب سے زیادہ ستائی جانے والی بیٹی“ کا تمغہ بھی حاصل کیا۔

یہ رسول اکرم ﷺ کی دوسری صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اسلام کے ابتدائی آزمائشی ایام انھوں نے بھی دیکھے ہیں۔قدم قدم پر اپنے بابا جان کے دل کا سکون ثابت ہوئیں ہیں۔ بالغ ہوئیں تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جیسے غنی کے نکاح میں آئیں۔حضرت عثمانؓ سے نکاح سے پہلے ابولہب کے بیٹے سے نکاح ہو چکا تھا۔رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ابولہب نے محمد ﷺ کی بیٹی ہونے کے ''جرم'' میں سزا کے طور پر طلاق دلا دی۔ بی بی نے یہ دکھ بھی اطمینان کے ساتھ سہا۔حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو اپنے شوہر نام دار حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی اور اپنے والد گرامی کی زبان مبارک سے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی کے بعد اسلام کی راہ میں ہجرت کرنے والے پہلے جوڑے کا لقب حاصل کیا۔ مدینہ منورہ میں ایک طرف غزوۂ بدر کا میدان گرم تھا، تو دوسری طرف بی بی سفر آخرت پر جانے کی تیاری کر رہی تھیں۔ ان کی تیمارداری کو حضور ﷺ نے بدر میں جہاد کے برابر قرار دیا۔حضرت عثمانؓ کو اُن کی تیمارداری کے لیے مدینہ منورہ میں ہی رکنے کا حکم دیا۔اس تیمارداری پر بدر میں شرکت کے ثواب کا بھی یقین دلایا اور مال غنیمت میں بھی شریک فرمایا۔ جب فتح بدر کی خوش خبری مدینہ پہنچی، اس وقت حضرت عثمانؓ اپنی بیوی کو بقیع میں سپرد خاک کر کے واپس آ رہے تھے۔گویا ایک طرف مسلمانوں کی مراد پوری ہوئی تو دوسری طرف حضرت رقیہؓ اپنی حقیقی مراد کو پہنچیں۔

یہ رسول اکرم ﷺ کی تیسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ بھی رسول کریم ﷺ اور حضرت خدیجہؓ کی ازدواجی زندگی کے ابتدائی برسوں کی یادگار تھیں۔ان کی اور ان کی بڑی بہن حضرت رقیہ کی مبارک زندگیوں میں بڑی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ ابولہب کے ایک بیٹے سے ان کا بھی نکاح ہوا تھا۔انھوں نے بھی اسلام کی وجہ سے طلاق کا غم دکھ صبر و رضا کے ساتھ برداشت کیا۔پھر یہ بھی حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔انھوں نے ہی حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین بنایا۔تقریباً سات سال اپنے شوہر کی رفاقت کا حق ادا کر کے ۲۸ رسال کی عمر میں سن ۹ ہجری میں وفات پائی۔آپ کی وفات پر رسول کریم ﷺ نے قبر مبارک پر کھڑے ہو کر آنسوؤں کا نذرانہ پیش کیا۔

آیئے! اب دنیا اور جنت کی خواتین کی سردار سیدہ فاطمہ زہراؓ کے دربار میں حاضری دیتے ہیں۔

یہ رسول کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی اور سب سے لاڈلی بیٹی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں وہ امتیازات جمع فرما دیے، جو کسی اور خاتون کو حاصل ہو سکے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ امام الانبیاء اور ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کی بیٹی، علی مرتضیٰؓ کی بیوی، رسول کریم ﷺ کے شہزادوں حسنؓ و حسینؓ کی ماں، حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کی بہن، عثمان ذوالنورینؓ اور ابوالعاص ابن ربیعؓ کی ہمشیر نسبتی، ابوطالب کی بہو، عمر فاروقؓ کی ساس اور اہل بیت میں سے رسول کریم ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے ملنے والی۔ان کے علاوہ اور بھی امتیازات وانفرادیات کی حامل خاتون کو سیدۂ کائنات فاطمۃ الزہراؓ کہتے ہیں۔تقریباً نو سال اپنے عظیم شوہر کی رفاقت نبھا کر، نہایت تنگی کے ساتھ پاکیزہ ترین زندگی گزار کر، شوہر کو خوش کر کے اور بچوں کی شان دار تربیت کر کے ۲۸ رسال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور باقی تینوں بہنوں کی طرح جنت البقیع میں آرام فرما ہوئیں۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی چاروں صاحب زادیوں نے عین عالم جوانی میں وفات پائی۔ حضرت رقیہؓ ۲۱ ر سال، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ ۲۸ ر سال اور حضرت زینبؓ ۳۰ ر سال زندہ رہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ تھی کہ قیامت تک آنے والی کسی لڑکی کو کوئی حیلہ بہانا نہ مل سکے۔ ان چاروں بیبیوں کی عمر زیادہ ہوئی ہوتی تو ہماری بہنیں بیٹیاں یہ کہہ سکتی تھیں کہ ماشاء اللہ اچھی عمر والی تھیں، اس لیے نہایت سمجھ داری کے ساتھ زندگی گزاری۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ چاروں صاحب زادیاں جوانی کے عالم میں اس دنیا سے گئیں۔ والدین کو خوش بھی کیا، ماں کے انتقال کے بعد بے سہارا بھی ہوئیں، باپ کو شدید آزمائشوں میں مبتلا بھی دیکھا، فاقے بھی برداشت کیے، طلاق کا غم بھی جھیلا، سسرالوں میں بھی رہیں، شوہروں کو بھی راضی رکھا، اولاد کی عمدہ تربیت بھی کی، خلق خدا کو بھی خوش رکھا، غرض یہ کہ اللہ، رسول اللہ اور عباد اللہ سب کے حقوق ادا کرتی ہوئیں اپنے رب سے جاملیں۔ دنیا کی تمام بیٹیوں کو ان بناتِ طاہراتؓ سے زندگی گزارنے کا درس لینا چاہیے۔ بیٹیوں کے لیے ان سے بہتر نمونہ ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

یہ بات شروع میں کہی جاچکی ہے کہ اچھی بیٹیاں صرف ماں باپ یا گھر کی ضرورت نہیں، پوری انسانیت کی ضرورت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کی بیٹیوں کو دنیا کی تمام بیٹیوں کے لیے بہ طور نمونہ پیش فرما دیا ہے۔ افسوس! عوام تو عوام، خواص کے گھروں میں بھی بناتِ طاہراتؓ کے تذکرے پڑھنے اور ان سے کسب نور کرنے کا رواج نہیں ہے۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اردو زبان میں بنات طاہراتؓ کے متعلق قابل ذکر قلمی ذخیرہ بھی موجود نہیں ہے۔ اس نمبر کی تیاری کے دوران ہم نے آٹھ دس ایسی اردو کتابوں کی فہرست بنانی چاہی، جن میں صرف بناتِ طاہراتؓ کی مبارک زندگیوں کے معتبر حالات جمع کیے گئے ہوں، لیکن ہمیں دو چار سے زیادہ کتابوں کا علم نہ ہوسکا۔ جب بیٹیوں کے سامنے مثالی بیٹیوں کے پاکیزہ نمونے پیش نہ کیے جائیں گے، تو آخر وہ خود کو کیسے سنواریں گی؟

الحمد للہ گزشتہ چھ سال سے ماہ نامہ المؤمنات ہر سال ایک خصوصی شمارہ شائع کررہا ہے۔ اس سے پہلے خاص خواتین کے متعلق ازواج مطہرات نمبر، عائشہ صدیقہ نمبر، حقوق نسواں نمبر اور مثالی ماں نمبر شائع ہو کر مقبول ہوچکے ہیں۔ اب اس سلسلے کو بنات طاہرات نمبر کے ذریعے مزید مستحکم کیا جارہا ہے۔ اس کا مقصد اپنی بہن بیٹیوں کو نمونہ فراہم کرنا بھی ہے اور اہل علم مرد و خواتین کو بنات طاہرات کی جانب متوجہ کرنا بھی ہے۔ جب ہم خواتین کے متعلق کوئی خصوصی شمارہ شائع کرتے ہیں تو ہمیں بانیِ جامعۃ المؤمنات، شہیدِ راہِ وفا مولانا محمد رضوان ندوی رحمۃ اللہ علیہ شدت سے یاد آتے ہیں۔ مسلم خواتین کی تربیت کرنا، اُن کے مسائل کو حل کرنا اور اُن کو موجودہ حالات مقابلے کے لیے تیار کرنا اُن کا خواب تھا۔ وہ ہوتے تو ان تمام نمبروں پر بھرپور حوصلہ افزائی بھی فرماتے اور ان کو زیادہ سے زیادہ مفید اور عام کرنے کے لیے ہماری رہنمائی بھی فرماتے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمت کی چھاؤں میں رکھے۔ آمین

ہماری گزارش پر جن قلم کاروں اور شعرا نے اپنی تخلیقات سے نوازا، ہم ان سب کے شکر گزار ہیں۔ آپ کی آراء کا انتظار رہے گا۔

والسلام

اجمل فاروق

حضور ﷺ کی اولاد

مرشدالامت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

حضور ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رفاقت ۲۵ر سال رہی۔ ۱۵ر سال نبوت سے پہلے اور دس سال نبوت ملنے کے بعد۔ اس درمیان میں ان سے آپ ﷺ کی کئی اولاد ہوئیں۔ صاحب زادے حضرت القاسم الطیب الطاہر اور حضرت عبداللہ ہوئے، جو اپنے زمانۂ طفلی ہی میں انتقال کر گئے اور چار صاحب زادیاں ہوئیں، جن میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں، جو بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی حضرت ابوالعاص بن ربیع بن لقیط سے ہوئی اور حضور ﷺ کی حیات ہی میں ۸ ھ میں انتقال کیا۔ ان سے ایک بیٹی امامہ ہوئیں اور ایک بیٹے علی ہوئے۔

آپ ﷺ کی دوسری صاحب زادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ہوئیں، جو بعثت سے ۹ر سال قبل پیدا ہوئیں اور ان کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی۔ آپ ﷺ کو نبوت ملنے پر ابولہب نے جو دشمنی اختیار کی، اسی ضمن میں اس نے زبردستی طلاق دلوادی۔ پھر ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان کا بھی انتقال آپ ﷺ کی حیات ہی میں ہجرت کے دوسرے سال ہوا۔

آپ ﷺ کی تیسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہوئیں۔ ان کی پیدائش بھی نبوت سے قبل ہوئی اور ان کی شادی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی اور ان سے بھی ابولہب نے اپنے بیٹے سے طلاق دلوادی اور جب ہجرت کے دوسرے سال حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہاں گنجائش نکل آئی تو حضور ﷺ نے ان کی شادی بھی ان سے کرادی۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی دو صاحب زادیوں کے شوہر ہوئے۔ اسی بنا پر ان کو ''ذوالنورین'' کا خطاب حاصل ہوا۔ ان صاحب زادی کا انتقال بھی حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی ہوگیا، یہ ۹ ھ کا واقعہ ہے۔

حضور ﷺ کی چوتھی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوئیں، یہ نبوت سے ۵ر سال قبل پیدا ہوئیں اور ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ یہ حضور ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں اور ان سے ہی حضور ﷺ کی نسل چلی۔ دو بیٹے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہوئے۔ یہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں رہیں، البتہ آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد انتقال کر گئیں۔ ان کا ساتھ حضور ﷺ کے ساتھ تمام عمر رہا، کیوں کہ شادی سے قبل تو ساتھ رہا ہی تھا، شادی کے بعد بھی رہا کیوں کہ حضرت علی

آپ ﷺ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔اس لیے آپ ﷺ کا بھی ساتھ رہا، ان کی وجہ سے حضور ﷺ کی محبت وشفقت ان کو بہت ملی اور خصوصی تربیت ہوئی۔ پھر اسی تعلق سے ان کے صاحب زادوں حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما نے بھی حضور ﷺ کی شفقت وتربیت کا حصہ وافر پایا اوراسی کے ساتھ آپ ﷺ نے ان کو آخرت کی فکر اور دنیا سے بے نیازی کا عادی بنایا اوراس تعلق سے بھی آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ اور دونوں صاحب زادگان کو بہت محبت کے الفاظ سے نوازا۔آپ ﷺ ان سے محبت صرف نواسوں کی طرح ہی نہیں بل کہ پوتوں کی طرح کرتے تھے اور وہ دونوں بھی بہت سعادت منداور صالح ترین سیرت واخلاق کے ہوئے اوران سے وہی اسوہ ظاہر ہوا جو کسی برگزیدہ نبی کے نواسوں اور پوتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی یہ سب صاحب زادیاں اور صاحب زادے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن شریف سے تھے۔سوائے ایک صاحب زادے حضرت ابراہیم کے، جو ہجرت کے کئی سال بعد حضرت ماریہ قبطیہ کے آپ کی زوجیت میں آنے پر پیدا ہوئے، لیکن وہ بھی بچپنے ہی میں انتقال کرگئے۔ یہ حضرت خدیجہ کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوئے تھے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی بھی زیادہ دراز نہیں ہوئی، وہ اپنے والد ﷺ کی حیات کے صرف ۶/ماہ بعد انتقال کرگئیں اوراپنے دونوں بیٹوں کو یتیم چھوڑ گئیں، جن میں ایک کی عمر اس وقت صرف ۷/سال اور دوسرے کی صرف ۸/سال تھی۔ وہ اپنے والد نام دار کی زیر سرپرستی بڑھے اور جوان ہوئے۔ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عمر میں ۲۷/سال چھوٹے تھےاور خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ۱۷/سال اور خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی عمر میں چھوٹے تھے اور حضور ﷺ کے داماد ہونے کی صفت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے شریک تھے، بایں طور کہ حضور ﷺ کی دیگر دو صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے ان کے عقد میں آئی تھیں، اس طرح وہ حضور ﷺ کے دوہرے داماد ہوئے تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے بعد خلیفہ ہوئے، اس طرح یہ چار خلفاء خلفائے راشدین کہلائے اور ان چاروں نے حضور ﷺ سے سیکھا ہوا طریقۂ حکومت وامارت بہ طریق احسن اختیار کیا اور دنیا کے سامنے اس کو بہ طور نمونہ پیش کیا۔ان چاروں کی مدت خلافت تقریباً ۳۰/سال رہی۔ ○○

اسلام کے آٹھ حصے

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اسلام کے آٹھ حصے ہیں۔اسلام قبول کرنا ایک حصہ ہے۔نماز ایک حصہ ہے۔زکوٰۃ ایک حصہ ہے۔حج ایک حصہ ہے۔ جہاد ایک حصہ ہے۔ رمضان کے روزے ایک حصہ ہیں۔امر بالمعروف ایک حصہ ہے اور نہی عن المنکر ایک حصہ ہے۔محروم ہوگیا وہ شخص جس کے پاس ان حصوں میں سے کوئی حصہ بھی نہ ہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ)

بے مثال ہیں آل نبیؐ!

مولانا حافظ محمد ادریس
(ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی عرب کی سب سے عظیم خاتون کے ساتھ ہوئی۔ سیدہ خدیجہؓ کی عمر شادی کے وقت چالیس برس تھی اور وہ دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ دونوں شوہروں سے ان کی اولاد بھی تھی، پہلے شوہر ابو ہالہ بن زرارہ سے ان کے دو بیٹے اور دوسرے شوہر عتیق بن عابد مخزومی سے ایک بیٹی ہند تھی، جو صحابیہ بھی ہیں۔ آں حضورؐ کی عمر پچیس سال تھی۔ شادی کے بعد آں حضورؐ کے گھر میں سیدہ خدیجہؓ بہت خوش تھیں۔ آپؐ کے اخلاقِ حسنہ اور پاکیزہ کردار نے ان کے گھر کو دنیا ہی میں جنت نظیر بنا دیا تھا۔ مورخین نے سیدہ خدیجہ سے اولاد کی ترتیب بیان کرنے میں مختلف انداز اختیار کیے ہیں۔ ہمارے نزدیک صحیح ترین روایت کے مطابق ترتیب یوں ہے: آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے تقریباً ایک سال بعد آپؐ کو اللہ نے پہلے صاحب زادے جناب قاسم کی ولادت سے خوشیاں عطا فرمائیں۔ ان کا نام مشورے کے ساتھ قاسم رکھا گیا۔ انھی کی نسبت سے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوالقاسم کہلاتے ہیں۔ قاسمؓ کا نام طیّب بھی معروف ہے، مگر زیادہ مستند روایات کے مطابق آپؐ کے دوسرے فرزند عبداللہ بن محمد ہی کو طیّب اور طاہر دونوں القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

قاسم کے دو سال بعد آپ کی بڑی بیٹی سیدہ زینبؓ بنت محمد پیدا ہوئیں۔ پھر ان کے بعد آپ کے دوسرے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے، جو طیب اور طاہر کے نام سے تاریخ میں معروف ہیں۔ ان کے بعد سیدہ رقیہؓ بنت محمد کی ولادت ہوئی۔ رقیہ سے چھوٹی صاحب زادی حضرت ام کلثومؓ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ سے آپؐ کی آخری اولاد سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہیں، جو آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ انھی کو آپ نے خواتین جنت کی سردار (سیدۃ نساء اہل الجنۃ) کا لقب دیا۔ آپؓ شیر خدا علی المرتضیٰؓ سے بیاہی گئیں۔ آپؓ ہی حسنین کریمین کی والدہ ہیں۔ خاتونِ کربلا سیدہ زینب بنت علیؓ اسی جوڑے کی شیر دل بیٹی تھیں، جو ابن زیاد اور یزید کے درباروں میں بھی ذرا بھر مرعوب نہ ہوئیں۔

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، مگر بعض لوگ آں حضورؐ کی دیگر بیٹیوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ جہالت اور گستاخی کی بدترین مثال ہے۔ آں حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم دیا: ''اے نبیؐ اپنی بیویوں اور بیٹیوں [جمع کا صیغہ بَنَاتِک] اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔'' (الاحزاب ۳۳:۵۹)۔ مولانا مودودیؒ نے ''تفہیم

القرآن‘‘ میں اس موضوع پر تفصیلی حاشیہ لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ آں حضورؐ کی اپنی صلبی بیٹیوں کو ان کی صاحبزادیاں نہیں سمجھتے وہ ’’تعصب میں اندھے ہو کر یہ بھی نہیں سوچتے کہ اولادِ رسولؐ کے نسب سے انکار کر کے وہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اس کی کیسی سخت جواب دہی انھیں آخرت میں کرنی ہوگی۔‘‘ (تفہیم القرآن جلد چہارم، سورہ الاحزاب، حاشیہ ۱۱۰)

آپ کے صاحب زادے قاسم بچپن میں فوت ہوگئے۔ بعض روایات کے مطابق قاسم اتنی عمر کو پہنچ گئے تھے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہوسکتے تھے۔ پھر اچانک ان کی وفات ہوگئی۔ آپ کے دوسرے بیٹے عبداللہ بھی آں حضور ﷺ کی بعثت کے چند سال بعد فوت ہوگئے تھے۔ یکے بعد دیگرے دونوں بیٹے داغِ مفارقت دے گئے تو فطری طور پر والدین پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، مگر ان کا صبر بے مثال تھا۔ عبداللہ بن محمد کی وفات پر بدبخت کفارِ مکہ نے بڑی خوشیاں منائیں اور آں حضور ﷺ کو ابتر (دم کٹا) قرار دیا۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ عاص بن وائل سہمی نے کہا: قد انقطع ولدہ فھو ابتر، یعنی محمدؐ کی نرینہ اولاد ختم ہوگئی ہے، لہٰذا وہ ابتر ہیں۔ کم وبیش ایسے ہی الفاظ آپ کے بدبخت چچا ابولہب نے بھی کہے۔ اسی پر قرآن کی مختصر مگر جامع ترین سورت سورہ الکوثر نازل ہوئی۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ○ (الکوثر:۱-۳)

(اے نبیؐ) ہم نے تمھیں کوثر عطا کر دیا۔ پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمھارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔ [آج دیکھ لیجیے آپؐ کے دشمنوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو ساری کائنات ان پر لعنت بھیجتی ہے اور محمد عربیؐ کا تذکرہ زمینوں میں نہیں آسمانوں کے اندر بھی درود و سلام کی حسین گونج میں سنا جاتا ہے۔]

آں حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی آزاد کردہ ایک لونڈی تھی جس کا نام سلمٰی تھا۔ وہ بہت سمجھ دار اور باشعور خاتون تھیں۔ سیدہ خدیجہؓ عموماً اپنے ذاتی کاموں کے لیے اس کی خدمات حاصل کرتی تھیں۔ جب بھی زچگی کا زمانہ ہوتا تو وہ ان کو اپنے ہاں بلا لیا کرتی تھیں۔ وہ بچوں کی پیدایش سے لے کر دودھ پلانے والی خواتین کے تقرر تک زچہ اور بچہ کی دیکھ بھال کرتیں۔ سیدہ خدیجہؓ اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے پہلے ہی سے مناسب خواتین کا اہتمام کر لیا کرتی تھیں۔ اسلام میں بیٹے کی پیدایش پر دو بکرے، مینڈھے یا دنبے اور بیٹی کی پیدایش پر ایک بکرا، مینڈھا یا دنبہ ذبح کر کے عقیقہ کرنے کا حکم ہے۔ یہ شریعت ابراہیمی میں بھی مسنون عمل تھا۔ سیدہ خدیجہؓ دورِ اسلام سے قبل بھی اپنے بچوں کے لیے عقیقے کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ کیا خوب اللہ کی بندی تھیں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے وقت سے عربوں میں رائج تھا، مگر اکثر لوگ اسے بھول چکے تھے۔ نبی محترم ﷺ نے اس سنت کو پھر سے زندہ کیا۔ (طبقات ابن سعد، ج۱، ص۱۳۳-۱۳۴، سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، ص۱۹۰)

آں حضور ﷺ اور سیدہ خدیجہؓ کا نکاح ہونے کے بعد اس قدسی جوڑے کے کاروبار میں حسب سابق اللہ نے بہت برکت دی۔ وقت گزرتا گیا اور بہت سے واقعات رونما ہوتے چلے گئے۔ یہ واقعات سیرت کی کتابوں میں تفصیلاً نقل کیے گئے ہیں۔ یہاں ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک جوں جوں بڑھ

رہی تھی، آپؐ کا تعلق اللہ رب العزت کے ساتھ اسی نسبت سے گہرے سے گہرا ہوتا چلا جارہا تھا۔ آپؐ دنیوی ہنگاموں سے ذرا ہٹ کر غوروفکر میں کافی وقت گزارنے لگے تھے۔ اس کیفیت کو عربی زبان اور قرآنی اصطلاح میں تبتّل کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نبوت کے بعد بھی قرآن پاک میں آں حضورﷺ کو حکم دیا گیا:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔ (المزمل ۷۳:۸)

یعنی اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو۔

آں حضورﷺ کے اس غوروفکر کے زمانے میں کاروبار کی طرف آپ کی توجہ کافی حد تک کم ہوگئی تھی۔ تاہم سیدہ خدیجہؓ کے تجارتی کارواں معمول کے مطابق شام اور دیگر علاقوں کی طرف آتے جاتے تھے۔ سیدہ خدیجہؓ نے کبھی بھی اپنا پیسہ خرچ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا تھا۔

نبوت سے قبل آں حضورﷺ کے تبتل اور گوشہ نشینی کا دور ایک لحاظ سے اس عظیم ذمے داری کو اٹھانے کے لیے ابتدائی تیاری، تربیت اور ریاضت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دوران آپؐ دوست احباب، خاندان اور رشتہ داروں، اپنی اہلیہ اور بچوں سب کے حقوق پوری طرح ادا کرتے تھے۔ ایسا نہیں کہ آپؐ نے ان ذمہ داریوں کو نظرانداز کردیا ہو۔ آپؐ برابر اپنے گھر میں بچوں کی تربیت اور انھیں شفقت پدری سے مالا مال کرنے کا فریضہ ادا کرتے رہتے تھے۔ کاروبار اور تجارت پر بھی توجہ رکھتے تھے۔ اگرچہ خود عملاً وقت کم دے پاتے تھے تاہم پوری ہدایات اور نگرانی کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپؐ نے نبوت سے قبل بھی عملاً یہ پیغام دیا کہ متوازن زندگی کا حسن یہی ہے کہ انسان نہ ترک دنیا کرے اور نہ غرقِ دنیا ہو جائے۔

آپؐ کی آخری اولاد حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے جنم لینے والے سیدنا ابراہیم بن محمدؐ تھے۔ ان کا نام آپ نے اپنے جدامجد حضرت ابراہیمؑ کے نام پر رکھا۔ محبوب بیٹے نے کم سنی میں اپنے عظیم باپ کی گود میں آخری سانس لی تو نبی رحمت کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ عجیب رقت انگیز منظر ہے۔ صحابہ کو شدید غم کے ساتھ اس بات پر تعجب بھی ہورہا ہے کہ آں حضورؐ رو رہے ہیں مگر یہ رونا کوئی کم زوری نہیں، بشری تقاضا اور فطری رحمت وشفقت کا مظہر ہے۔ معصوم بچے کی عمر ڈیڑھ سال ہے۔ یہ رسولِ رحمت کی آخری اولاد اور بیٹوں میں تیسرا فرزند دلبند ہے۔ بڑھاپے میں اللہ نے عطا فرمایا تھا۔ قلیل عرصے تک بیتِ نبوی میں خوشیاں بکھیرتا رہا اور آج جنت کو سدھار گیا ہے۔

آپؐ اس دل فگار سانحہ پر اپنے لختِ جگر سے یوں مخاطب ہیں: ''دل زخمی ہوگیا ہے، آنکھیں اشک بار ہیں۔ اے ابراہیم! غم کی ان گھڑیوں میں تیری جدائی نے تڑپا دیا ہے مگر ہم زبان سے وہی کچھ کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔''

اس واقعے میں ہر امتی کے لیے کتنا بڑا درس ہے! اللہ نے بڑھاپے میں فرزند عطا کیا، جو ماں باپ کی آنکھوں کا تارا اور دل کا قرار تھا، مگر اللہ نے اپنے محبوب نبیؐ سے ان کے دل کا قرار اور آنکھوں کی ٹھنڈک واپس لے لی۔ بندہ اپنے مالک کی مرضی پر راضی ہے۔ بندے کا یہی عمل اللہ کو محبوب ہے۔ OO

بناتِ طاہراتؓ کے متعلق
سیرت ابن اسحاق کے بیانات

ادارہ

سیرت ابن اسحاق سیرت نبوی کی پہلی مرتب کتاب کے طور پر معروف ہے۔ علمی دنیا میں کیوں کہ یہ کتاب دستاویزی حیثیت کی حامل ہے، اس لیے اس میں شامل ہر بات دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم نے اس اہم کتاب سے ان تمام بیانات کو نکال کر یک جا کر دیا ہے، جو بناتِ طاہراتؓ کے متعلق ہیں۔ اگرچہ ان میں رائج علمی اسلوب کے مطابق ترتیب نہیں ہے، لیکن ان کی اہمیت کے پیش نظر ان بیانات کو جوں کا توں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ بیانات عظیم سیرت نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ترتیب کردہ نسخے سے لیے گئے ہیں۔ رئیس التحریر

حضرت خدیجہؓ کی اولاد

یونس نے ابن اسحاق سے یہ روایت نقل کی کہ سب سے پہلی خاتون جس سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا وہ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح سے قبل جب حضرت خدیجہؓ باکرہ تھیں تو ان کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوا اور ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی، پھر عتیق فوت ہو گیا۔ اس کے بعد بنی عمرو بن تمیم کے ایک شخص نے (جو بنی عبدالدار کا حلیف تھا) جس کا نام ابو ہالہ نباش بن زرارہ تھا، حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا۔ اس کے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ پھر وہ بھی فوت ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو اپنی زوجیت سے نوازا۔

حضرت خدیجہؓ کے بطن سے آپؐ کے ہاں چار بیٹیاں زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ ان کے بعد یہ صاحب زادے قاسم اور طاہر اور طیب پیدا ہوئے۔ سب صاحب زادے شیر خوارگی میں فوت ہوئے۔

یونس نے ابراہیم بن عثمان بن حکم سے اور اس نے مقسم کی وساطت سے ابن عباسؓ کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے دو صاحب زادے قاسم اور عبداللہ، اور چار صاحب زادیاں فاطمہؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ اور رقیہ پیدا ہوئیں۔

یونس نے ابی عبداللہ جعفی سے اور اس نے جابر کے حوالے سے محمد بن علی کی یہ روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے قاسم چوپائے کی سواری اور اچھی نسل کی اونٹنی پر سیر کرنے

کے قابل ہو چکے تھے، جب وہ اللہ کو پیارے ہوگئے تو عمرو بن عاصی نے کہا کہ محمد ﷺ کی نسل ختم ہو چکی ہے، اب وہ ابتر ہیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائیں:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ○فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ○إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ○ (الکوثر:۱-۳)

(اے نبیؐ!) ہم نے تمھیں کوثر عطا کر دیا (یعنی قاسم کی وفات کی مصیبت کے عوض ہم نے تمھیں خیر اور بھلائی اور نعمتوں کی کثرت عطا کر دی) پس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تمھارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

حضرت رقیہؓ کا نکاح

یونس نے حسن بن دینار کی وساطت سے حسن کی یہ روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عثمانؓ کے ہاں تشریف لائے جو بڑے غم گین تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تمھارا کیا حال ہے؟'' حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: ''میں نے عمرؓ کو پیغام بھیجا تو انھوں نے رد کر دیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں ایسی سسرال نہ بتاؤں جو تمھارے لیے عمرؓ سے بہتر ہوں اور عمرؓ کو ایسا داماد نہ بتاؤں جو ان کے لیے تم سے بہتر ہو!'' چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے حفصہؓ بنت عمرؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور عثمانؓ بن عفان کا نکاح اپنی بیٹی (رقیہ) سے کر دیا۔

حضرت ام کلثومؓ کا نکاح

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت رقیہؓ سے نکاح کیا۔ جب حضرت رقیہؓ فوت ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کا نکاح حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ہاں حضرت رقیہؓ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام عبداللہ تھا۔ یہ لڑکا صغر سنی میں شیر خوارگی کے عالم میں فوت ہوگیا اور عبداللہ ہی کے نام سے حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

حضرت زینبؓ کا نکاح

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی یہ روایت نقل کی کہ حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ ان کے صلب سے حضرت زینبؓ کی دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ ایک دختر امامہ اور ایک فرزند علی۔ علی لڑکپن میں فوت ہوگئے۔ امامہ باقی رہ گئیں۔ حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کا عقد ثانی حضرت امامہؓ سے ہوا۔ حضرت علیؓ کے قتل کے بعد یہ مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کی زوجیت میں آگئیں اور حضرت امامہؓ کا انتقال مغیرہ کے ہاں ہی ہوا۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق سے روایت نقل کی۔ ابن اسحاق نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد کے حوالے سے حضرت علیؓ کی روایت بیان کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہؓ سے عقد کرنے کی استدعا کی۔ میری ایک آزاد کردہ کنیز نے مجھے کہا: ''کیا آپؐ کو معلوم ہے کہ فاطمہ سے عقد کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیغام آئے ہیں؟'' میں نے کہا: ''مجھے معلوم نہیں ہے۔'' اس عورت نے پیغامات کے بارے میں توثیق کی اور حضرت علی کو کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ہاں جائیں، آں حضرتؐ آپؓ کے ساتھ فاطمہؓ کا نکاح کر دیں گے۔ لیکن مجھے اپنی بے سروسامانی پر تامل ہوا۔

اس عورت نے پھر کہا کہ اگر آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں تو آں حضرتؐ آپ کا نکاح کر دیں گے۔ بہ خدا! وہ عورت مجھے اس کام کی امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

رسول اللہ ﷺ صاحب جلال و ہیبت تھے۔ جب میں آپؐ کے پاس جا کر بیٹھا تو میں ٹھٹھر کر رہ گیا اور کوئی بات نہ کر سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تم کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی کام ہے؟'' میں خاموش رہا۔ آں حضرتؐ نے دوبارہ مجھ سے دریافت کیا: ''کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی حاجت ہے؟'' لیکن میں دم بہ خود تھا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا: ''کیا فاطمہ کے پیغام کے لیے آئے ہو؟'' میں نے عرض کیا: ''ہاں'' آں حضرتؐ نے پوچھا: ''کیا تمھارے پاس فاطمہؑ کا حق مہر ادا کرنے کے لیے کوئی چیز ہے؟'' میں نے کہا: ''بہ خدا! یا رسول اللہؐ! میرے پاس کچھ بھی نہیں۔'' آں حضرتؐ نے فرمایا وہ زرہ کہاں ہے جو میں نے تمھیں دی تھی؟'' اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں علیؑ کی جان ہے وہ زرہ حطمی یعنی شمشیر شکن ہے، اس زرہ کی قیمت چار درہم سے زائد نہیں۔'' میں نے کہا: ''میرے پاس ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھارا نکاح اس سے کر دیا وہی زرہ مہر میں دے دو۔'' یہ حضرت فاطمہؑ بنت رسول اللہ ﷺ کا مہر تھا۔

یونس نے عباد بن منصور کی وساطت سے عطا بن ابی رباح کی روایت نقل کی۔ عطا نے کہا: جب حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ سے عقد کے لیے رسول اللہ ﷺ سے استدعا کی تو آں حضرتؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا کہ علیؑ کا رجحان خاطر تمھاری طرف ہے۔ آپؑ خاموش ہو رہیں (یہ خاموشی ایک طرح کی رضا مندی تھی) آں حضرتؐ باہر تشریف لائے اور ان کا نکاح کر دیا۔

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت بیان کی۔ ابن اسحاق نے کہا: حضرت علیؑ کے صلب سے حضرت فاطمہؑ کے ہاں تین صاحب زادے حسن، حسین اور محسن پیدا ہوئے۔ محسن صغر سنی ہی میں فوت ہوگئے، نیز ان کے بطن سے دو صاحب زادیاں ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔

یونس بن بکیر نے یونس بن عمرو کے حوالے سے اس کے باپ عمرو سے اور عمرو نے ہانی بن ہانی کی وساطت سے حضرت علیؑ کی روایت نقل کی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: جب حضرت حسنؑ پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام ''حرب'' رکھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''مجھے میرا بیٹا دکھاؤ۔ تم لوگوں نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے کہا: ''میں نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، اس کا نام حسن ہے۔'' پھر جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''نہیں، اس کا نام حسین ہے۔'' جب تیسرا لڑکا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام بھی حرب رکھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ''میرا بیٹا مجھے دکھلاؤ، تم لوگوں نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟'' میں نے کہا: ''ہم نے اس کا نام حرب رکھا ہے۔'' آں حضرتؐ نے فرمایا: ''نہیں، اس کا نام محسن ہے۔''

آں حضرتؐ نے پھر فرمایا: ''میں نے اب بچوں کے نام ہارون کے بیٹوں شبرۃ اور شبیر کے ناموں پر حسن اور حسین رکھے ہیں۔'' ○○

بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری
(مصنف ''رحمۃ للعالمین'')

نبی ﷺ کی بیٹیاں چار ہیں۔ چاروں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن طاہرہ سے ہیں اور سب کی ولادت مکہ معظمہ میں ہوئی۔

-زینبؓ جو قاسمؓ سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبیؐ سے بڑی ہیں۔

-رقیہؓ جو زینبؓ سے چھوٹی ہیں۔

-ام کلثومؓ جو رقیہؓ سے چھوٹی ہیں۔

-فاطمہؓ جو ام کلثومؓ سے چھوٹی ہیں۔

یہ امر قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹیاں تین یا تین سے زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ۔

آیت بالا نے عہد نبوی ﷺ کی مومنات کو تین اقسام پر منقسم فرمایا۔ ازواج النبی، بنات النبی، نساء المؤمنین۔ یہ مسلمہ ہے کہ لفظ بنات جمع بنت کی ہے اور عربی زبان میں صیغہ جمع دو سے اوپر کے لیے ہے۔ اب یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ احزاب میں پھر یہ بھی فرمایا ہے:

اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ۔ (الاحزاب:۵)

''ان کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک سچ اور انصاف کی ہے۔''

یہ حکم ایسے اشخاص کے متعلق ہے جن کو لوگ ان کے اصلی باپوں کے سوا کسی دیگر تربیت کنندہ کی ابنیت کی نسبت دے کر بلایا کرتے تھے۔ یہ امر سچ اور انصاف سے بعید ہوتا کہ اللہ عزوجل نے خود ہی تو احزاب آیت ۵ میں یہ حکم دیا کہ ہر ایک کو اس کے اصل باپ کے نام سے بلایا کرو اور پھر خود اللہ تعالیٰ ہی جو اصدق الصادقین ہے اسی سورۂ قرآنی کے آٹھویں رکوع میں ایسی لڑکیوں کو نبی ﷺ کی بیٹیاں بتاتا جو دراصل حضورؐ کے خون سے نہ ہوتیں۔ حالاں کہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل و برہان یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا۔

اس کلام محکم پر یہ قیاس نہیں چل سکتا کہ شاید بیویوں کی بیٹیوں کو مجازاً بنات کہہ دیا گیا ہو کیوں کہ حقیقت کے سامنے مجاز کی کیا وقعت ہے؟ اور منطوق الٰہی کے سامنے قیاس انسانی کی کیا منزلت؟ لہٰذا عربی زبان ایسی وسیع ہے کہ بیویوں کی بیٹیوں کے لیے الگ لغت موجود ہے۔ خود قرآن پاک نے ایسی لڑکیوں کے لیے لفظ ربائب استعمال کیا ہے، لفظ بنات نہیں۔

الغرض کلام اللہ کے لفظ بناتک نے علمائے نسب کی تحقیقات کی تصدیق فرمادی ہے۔ اب ہم ہر ایک بنت النبی ﷺ کا جداگانہ ذکر کرتے ہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

جب سیدہ زینبؓ پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی ﷺ کی عمر مبارک ۳۰ رسال کی تھی۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں ابوالعاص بن ربیع بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی سے ہوا تھا۔ ابوالعاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی سگی بہن ہیں۔ یہ نکاح خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سامنے ہوا تھا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی والدہ کے ساتھ ہی داخل اسلام ہوگئی تھیں، مگر ابوالعاص کا اسلام تاخیر میں رہا۔ جنگِ بدر میں ابوالعاص قریش کی جانب تھے، ان کو عبد اللہ بن نعمان انصاری نے اسیر کیا تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیے میں اپنا ہار بھیجا تھا، جو خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا۔ ابتدائے ایام نبوت میں کافران مکہ نے ابوالعاص کو بہت اکسایا کہ وہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دے، مگر اس نے ہمیشہ انکار ہی کیا۔ ایک موقعے پر نبی ﷺ نے ابوالعاص کے اس فعل کی توصیف شکر گزاری کے ساتھ فرمائی تھی۔

ابوالعاص نے اسیری بدر سے رہائی پاتے وقت نبی ﷺ سے وعدہ کرلیا تھا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ہجرت کی اجازت دے دے گا۔ چناں چہ سیدہ اپنے والد مکرم کی خدمت اقدس میں پہنچ گئیں۔ سفر ہجرت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی مزاحمت ہبار بن الاسود نے نیزہ تان کر کی تھی۔ اس صدمے سے ان کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کی منقبت میں فرمایا ہے:

هِیَ اَفۡضَلُ بَنَاتِیۡ اُصِیۡبَتۡ فِیۡ۔

''یہ میری بیٹیوں میں افضل ہے، میرے لیے اسے مصیبت پہنچی۔''

ابوالعاص کو سیدہ زینبؓ سے بہت محبت تھی۔ ان کی مدح میں ابوالعاص کے یہ دو شعر ہیں:

ذکرت زینب لما رکبت ارما
فقلت سقیا لشخص یسکن الحرما
بنت الامین جزاها الله صالحة
فکل بعل سیثنی بالذی علما

ابوالعاص ۶ ھ میں تجارت کے لیے شام گئے تھے۔ اس وقت قبیلہ قریش مسلمانوں کا فریق جنگ تھا، اس لیے ابوبصیر و ابوجندلؓ کے ہم راہی مسلمانوں (جو اسلام لانے کے جرم میں قریش کی قید میں رہ چکے تھے اور اب سرحد شام پر ایک پہاڑ پر جاگزیں تھے) اس قافلے کا تمام سامان ضبط کرلیا، مگر ابوالعاص کو گرفتار نہ کیا۔ ابوالعاص وہاں سے سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا۔ نماز صبح کے وقت مسجد میں سیدہ زینب کی یہ آواز مسلمانوں کے کان میں پڑی:

اِنِّی قَدۡ اَجَرۡتُ اَبَالۡعَاصِ بۡنِ الرَّبِیۡعِ۔

''میں ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دیتی ہوں۔''

یہ آواز اس وقت سنی گئی جب مسلمان نماز میں داخل ہو چکے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو! تم نے بھی کچھ سنا، جو میں نے سنا ہے؟ سب نے عرض کی: ہاں۔ فرمایا:

اَمَّا وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ مَا عَلِمۡتُ بِشَیۡءٍ كَانَ حَتّٰی سَمِعۡتُ مِنۡهُ مَا سَمِعۡتُمۡ اِنَّهٗ یُجِیۡرُ عَلَی الۡمُسۡلِمِیۡنَ اَدۡنَاهُمۡ۔

''باللہ! مجھے اس سے پہلے کچھ بھی علم نہ تھا۔ میں نے یہ آواز تمھارے ساتھ ہی سنی ہے اور پناہ دینے کا حق تو ہر ادنیٰ مسلمان کو بھی حاصل ہے۔''

پھر نبی ﷺ گھر میں بیٹی کے پاس گئے اور اسے فرمایا:

اِیْ بُنَیَّۃُ اَکْرِمِیْ مَثْوَاہُ وَلَا یَخْلُصَنَّ اِلَیْکَ فَاِنَّکَ لَاتَحِلِّیْنَ لَہٗ۔

''بیٹی! ابوالعاص کو عزت سے ٹھہراؤ، خود اس سے الگ رہو، اس لیے کہ تو اس کے لیے حلال نہیں۔''

سیدہ زینبؓ نے عرض کیا کہ وہ تو مال قافلہ واپس لینے کو آیا ہے۔ تب نبی ﷺ نے لوگوں میں یہ تقریر فرمائی:

اِنْ ھٰذَا الرَّجُلَ مِنَّا بِحَیْثُ عَلِمْتُمْ وَقَدْ اَصَبْتُمْ لَہٗ مَالًا وَھُوَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَلَیْکُمْ وَاَنَا اُحِبُّ اَنْ تُحْسِنُوْا وَتَرُدُّوْا اِلَیْہِ مَالَہٗ الَّذِیْ وَاِنْ اَبَیْتُمْ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِہٖ۔

''اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے وہ تم جانتے ہی ہو تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے تو یہ وعدۂ الٰہی ہے، مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کردو، لیکن اگر تم اس سے انکار کروگے تو میں سمجھتا ہوں کہ تم زیادہ حق دار ہو۔''

لوگوں نے سارا مال حتیٰ کہ اونٹ کی نکیل کی رسی بھی واپس کردی۔ ابوالعاص سارا مال لے کر مکہ پہنچا اور ہر ایک شخص کی ذرا ذرا چیز ادا کردی۔ پھر دریافت کیا کہ کسی شخص کا کچھ رہ گیا ہو تو بتادے؟ سب نے کہا: اللہ تجھے جزائے خیر دے، تم تو وفی وکریم نکلے۔ تب ابوالعاص نے کلمۂ شہادت پڑھا اور فرمایا کہ اب تک مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا رہا کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمے داری نہ رہی تو میں خلعت اسلام سے ملبس ومزین ہوتا ہوں اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔ وہ مدینہ پہنچے تو نبی ﷺ نے چھ سال کی مفارقت کے بعد نکاح اوّل ہی پر سیدہ زینبؓ کو ابوالعاص کے گھر رخصت کردیا۔

سیدہ زینبؓ کا انتقال ۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ان کے غسل میت کی کیفیت مشہور شیر دل صحابیہ سلیطؓ نے بیان کی ہے یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔ ابوالعاصؓ نے بہ ماہ ذی الحجہ ۱۲ھ وفات پائی، ان کا لقب جرو البطحا تھا۔ سیدہ زینبؓ کے بطن سے ایک فرزند علی اور ایک دختر امامہ نامی پیدا ہوئی تھی۔

علیؓ سبط الرسول کو ابوالعاص نے رضاعت کے لیے ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ نبی ﷺ نے ان کو ایام رضاعت کے بعد مدینہ منگوالیا اور ان کی پرورش اپنی تربیت میں فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی علی سبط الرسول نبی ﷺ کے ناقہ پر حضور کے ردیف تھے۔ ہنوز عنفوان بلوغ تھا کہ رفعت بخش علیین ہوئے۔ صحیح بخاری کی حدیث عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ حضورؐ کی ایک لڑکی کا خادم آیا کہ وہ حضورؐ کو بلا رہی ہیں اور ان کا فرزند بستر موت پر ہے۔ فرمایا: جاؤ لڑکی سے کہہ دو:

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَااَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔

''اللہ ہی کا ہے جو کچھ وہ واپس لیتا ہے یا عطا کرتا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔''

لڑکی سے یہ بھی کہہ دینا کہ صبر وشکیب قائم رکھے، خادم پھر واپس آیا، کہا وہ حضور کو قسم دیتی ہیں کہ حضورؐ ضرور تشریف لائیں۔ نبی ﷺ چل پڑے۔ حضورؐ کے ساتھ سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبلؓ بھی تھے۔ حضور ﷺ کو بچہ دکھایا گیا، وہ اس وقت سانس توڑ رہا تھا اور سسکیاں بھر رہا تھا۔ غالبًا یہ حدیث علی سبط الرسول ہی کی وفات کے متعلق ہے۔

امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں، جن کو گود میں لے کر نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ یہ حدیث صحیح مسلم ونسائی وابوداؤد میں ہے۔ نبی ﷺ نے ایک بار ان کو اَحَبُّ اَھْلِی اِلَیَّ

فرمایا تھا۔ سیدہ فاطمہ بتولؓ نے علی مرتضیٰؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ امامہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیں اس وصیت پر عمل کیا گیا، پھر جب حضرت علیؓ مجروح ہوئے تو آپ نے امامہؓ کو وصیت فرمائی کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفلؓ سے جو حارث عم النبیؐ کے پوتے تھے سے کرلیں۔ وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المؤمنین حسنؓ کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا۔ مغیرہؓ کے ہاں سیدہ امامہؓ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔ یحییٰ نام تھا۔ یہ نسل دنیا سے ناپید ہوچکی ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی دوسری بیٹی ہیں جو حضورؐ کی ۳۳ سالہ عمر میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مکہ ہی میں حضرت عثمان بن عفانؓ سے ہوا تھا۔ اس وقت یہ بات مکہ بھر میں مشہور تھی:

اَحۡسَنَ زَوۡجَيۡنِ رَآهُما اِنۡسَانٌ رُقَيَّةُ وَزَوۡجُهَا عُثۡمَانُ

''سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہؓ اور ان کے شوہر عثمانؓ ہیں۔''

اس نکاح پر سعدیٰ بنت کرز العبشیہ صحابیہ کے یہ اشعار ہیں:

هدى الله عثمان الصفى بقوله
فارشده والله يهدى الى الحق
فبائع بالراى السديد محمدا
وكان ابن اروى لا يصد عن الحق
وانكحه المبعوث احدى بناته
فكان كَبَدۡرٍ مازح الشمس فى الافق
فداؤك يا ابن الهاشمين مهجتى
فانت آمين الله اُرۡسِلۡتَ فى الخلق

سیدہ رقیہ وہ پہلی خاتون ہیں، جنھوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کا ساتھ دے کر قائم کیا اور ہر ایک ہجرت کرنے والے کے لیے شاہ راہ ہدایت کا افتتاح ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے فرمایا تھا۔ حاکم نے یہ حدیث ان کی منقبت میں روایت کی ہے: اِنَّهُمَا لَاَوَّلُ مَنۡ هَاجَرَ بَعۡدَ لُوۡطٍ وَّاِبۡرَاهِيۡمَ.

''لوط وابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے، جنھوں نے راہ اللہ میں ہجرت کی ہے۔''

سیدہ رقیہؓ کے ۲ھ میں چیچک نکلی اور اسی مرض میں ان کا ارتحال ہوا۔ نبی ﷺ جب جنگ بدر کو تشریف لے جارہے تھے اس وقت سیدہ صاحب فراش تھیں۔ نبی ﷺ نے ان کی تیمارداری کے لیے عثمان غنی اور اسامہ بن زیدؓ کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا تھا۔ زید بن حارثہؓ جس روز فتح کی بشارت لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت سیدہ کی تدفین ہورہی تھی۔ عمر بہ وقت وفات اکیس سال تھی۔ سیدہ کے بطن سے ایک فرزند عبداللہ تھا۔ عبداللہ سبط رسولؐ اپنی والدہ کے بعد دو سال تک زندہ رہے، ان کی عمر چھ سال کی تھی کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ کے قریب ٹھونک ماری، زخم پک گیا، آخر یہ والدہ کی یادگار بھی آغوش مادر میں جاسویا۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

نبی ﷺ کی تیسری دختر ہیں۔ ۳ھ میں ان کا نکاح بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اسی لیے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا، کیوں کہ ختمیت پناہی کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینہ قلب بنائے گئے۔

ام کلثومؓ کے نکاح کے وقت نبی ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو بلا کر فرمایا: ''یہ جبرائیلؑ ہیں، جو کہہ رہے ہیں کہ خدائے بزرگ کا حکم

ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی تجھ سے بیاہ دوں۔'' جن دنوں سیدہ رقیہؓ کا انتقال ہوا تھا انھی دنوں عمر فاروقؓ کی دختر حفصہؓ بھی رانڈ ہوگئی تھیں۔ عمر فاروقؓ نے عثمانؓ سے اپنی لڑکی کا ذکر کیا۔ انھوں نے انکارسا کردیا۔ عمر فاروقؓ نے اپنے رنج کا اظہار نبی ﷺ سے کیا تو حضورؐ نے فرمایا:

اَلَا اَدُلُّ عُثْمَانَ عَلیٰ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ مِّنْهَا و اَدُلُّهَا عَلیٰ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَهَا مِنْ عُثْمَانَ۔

''عثمانؓ کو حفصہؓ سے بہتر زوجہ ملے گی اور حفصہؓ کو عثمانؓ سے بہتر شوہر ملے گا۔''

اس ارشاد کے بعد حفصہ بنت فاروقؓ کو ام المؤمنین ہونے کا شرف عطا ہوا اور عثمان غنیؓ کو ذوالنورین بننے کی عزت حاصل ہوئی۔ سیدہ ام کلثومؓ کے اولاد نہیں ہوئی۔

۹ھ میں ان کا انتقال ہوا علی مرتضیٰ و فضل بن عباس اور اسامہ بن زیدؓ نے مراسم تدفین پورے کیے۔ صحیح بخاری میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ام کلثومؓ کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ کی ہر دو چشمان نورانی میں پانی تھا۔

سیدة نساء العالمین فاطمہؓ

خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے نبی ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں، ان کی ولادت غالباً نبی ﷺ کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔

سیدہ ابھی بچی ہی تھیں کہ نبی ﷺ کعبہ میں نماز پڑھنے گئے۔ وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے۔ جب حضور ﷺ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھ حضور ﷺ کی پیٹھ پر لا رکھی۔ حضورؐ اس طرح سجدے میں تھے کہ حضرت فاطمہؓ آئیں انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھ کو گرا دیا اور عقبہ کے لیے بد دعا فرمائی۔

علی مرتضیٰؓ کے ساتھ سیدہ کا نکاح واقعہ بدر کے بعد اُحد سے پہلے ہوا تھا۔ جنگ اُحد میں سیدہ نے عملاً حصہ لیا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ نبی ﷺ شہید ہوگئے۔ سیدہ میدانِ جنگ میں پہنچیں۔ اس وقت حضورؐ غار سے باہر نکل آئے تھے۔ سیدہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھمتا تو کھجور کی صف کو جلا کر اس کی راکھ زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بند ہوگیا۔

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ ایک بار سیدہ فاطمہؓ بیمار ہوئیں۔ نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ پیاری بیٹی کیا حال ہے؟ انھوں نے فرمایا: مجھے تکلیف ہی ہے اور مزید برآں یہ کہ ہمارے ہاں کھانے کی شے بھی نہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

یابنية اما ترضین انك سیدة نساء العالمین؟ قالت یآبت فاین مریم بنت عمران؟ قال تلك سیدة نساء عالمها وانت سیدة نساء عالمك۔ اما واللّٰہ لقد زوجتك سیدا فی الدنیا والا خرة۔

''بیٹی! تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تم نساء العلمین کی سیدہ ہو؟ فاطمہؓ نے فرمایا: باوا جان مریم علیہا السلام کدھر گئی؟ فرمایا: وہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہیں اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو اور تمھارا شوہر دنیا اور آخرت میں سید ہے۔''

ابی ثعلبہ الخشنی سے روایت ہے کہ نبیؐ جب کسی سفر سے لوٹ کر آتے تو اوّل مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نفل پڑھ کر پھر سیدہ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے، پھر اپنے گھر رونق افروز ہوتے۔ ابن عباسؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے کہ نساء اہل الجنۃ کی سردار مریمؑ پھر فاطمہؓ پھر خدیجہؓ پھر آسیہؓ زن فرعون ہیں۔

ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں: فاطمہؓ سے بڑھ کر کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کا مشابہ بات چیت میں نہ تھا۔ وہ جب باپ کے پاس آیا کرتیں تو نبی ﷺ آگے بڑھتے، پیشانی کو بوسہ دیتے، مرحبا فرمایا کرتے تھے اور جب آں حضرت ﷺ بیٹی سے ملنے جاتے وہ بھی اسی طرح ملا کرتی تھیں۔

ام المؤمنین عائشہؓ ہی سے روایت ہے:

ما رأيت احدا كان اصدق لهجة من فاطمة الا ان يكون الذى والدها رسول الله ﷺ۔

''میں نے فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو سچ بولنے والا نہ دیکھا، ہاں وہی ایسا ہوسکتا ہے جو نبی ﷺ کا جایا ہو۔''

ام المؤمنین عائشہؓ سے جمیع بن عمیرؓ صحابی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے پیارا کون تھا؟ عائشہؓ نے کہا: فاطمہؓ۔ انھوں نے پوچھا کہ مردوں سے کون تھا۔ جواب دیا: شوہر فاطمہؓ اور یہ بھی بتایا کہ علیؓ تو بڑے صوام وقوام تھے۔

اسماء بنت عمیسؓ کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؓ نے ان سے کہا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ جنارے کے اوپر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا رہتا ہے۔ اسماءؓ نے کہا: میں نے حبشہ میں ایک دستور دیکھا ہے تمھیں دکھاتی ہوں، پھر انھوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی پر لگائی اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔

حضرت فاطمہؓ نے فرمایا یہ بہت ہی خوب اور بہت ہی اچھا ہے، مرد وعورت کے جنازے کی پہچان بھی ہوجاتی ہے۔ جب میں مرجاؤں، تو تو اور علیؓ مجھے غسل دینا اور کسی کو شامل نہ کرنا۔

حضرت سیدہؓ کی وفات شب سہ شنبہ ۳ر رمضان المبارک ۱۱ر ہجری کو ہوئی۔ ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیسؓ زوجہ ابوبکر صدیق اور علی مرتضیٰؓ نے ان کو غسل دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اہل بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی ﷺ سے جاملیں۔

سیدہ کی عمر کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے۔ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے پاس حضرت عبداللہ بن حسن بن حضرت امام حسنؓ آئے، وہاں کلبی پہلے سے موجود تھا۔ ہشام نے دریافت کیا کہ سیدہ فاطمہؓ کی عمر کیا تھی؟ عبداللہ نے کہا بیس سال، کلبی نے کہا: پینتیس سال، ہشام نے کہا: ابومحمد سنتے ہو کہ کلبی جو تاریخ میں سربرآوردہ ہے کیا کہتا ہے؟ انھوں نے کہا: میری ماں کا حال مجھ سے دریافت کیجیے اور کلبی کی ماں کا حال کلبی سے پوچھ لیجیے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبیؐ نے اپنے مرض الموت میں حضرت فاطمہؓ کو بلایا، ان کے کان میں کچھ بات کی تو وہ رو پڑیں، پھر ان کو بلایا اور سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہؓ سے دریافت کیا کہ وہ کیا باتیں تھیں؟ فاطمہؓ نے کہا پہلے مجھے بتایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کرجاؤں گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر بتایا کہ میں (فاطمہؓ) حضور کو خاندان کے سب اشخاص سے پہلے جاملوں گی، اس پر میں خوش ہوگئی تھی۔

وفات نبوی پر سیدہ رضی اللہ عنہا کے اشعار ہیں:

اَنَّا فَقَدْنَاكَ فُقْدَ الْاَرْضِ وَابِلَهَا
وَغَابَ مُذْغِبتَ عَنَّا الْوَحْيُ وَالْكُتُبُ
فلَيتَ قَبْلَكَ كَانَ الْمَوْتُ صَادَفَنَا
لَمَّا نُعِيتَ وَحَالَتْ دُوْنَكَ الْكُتُبُ

''ہماری محرومی حضور سے ایسی ہے جیسے زمین سے تراوٹ کا جاتے رہنا، جب سے آپ غائب ہوئے ہمارے پاس سے وحی اور کلام الوہی کا انقطاع ہوگیا۔ کاش! حضور کے انتقال سے پیش تر اس وقت سے پیشتر جب مٹی نے حضور کو پوشیدہ کردیا تھا ہمیں موت آجاتی اور ہم مرگئے ہوتے۔''

سیدہ فاطمہؓ کو اپنی ہمشیروں پر بھی یہ خاص شرف حاصل ہے کہ دنیا میں ان ہی کی ذریت چلی اور ان ہی کی ذریت سے ائمۃ العظام ہوئے، جن کی شان اسلام میں نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ سیدہ کے بطن اطہر سے حضرت حسن، حضرت حسین، سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔ حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے حالات علاحدہ لکھ دیے گئے ہیں۔ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمہؓ کا نکاح عمر فاروقؓ سے ہوا، چالیس ہزار درہم ان کا مہر تھا۔ ان کے بطن سے حضرت عمرؓ کے ہاں زید اور رقیہؓ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروقؓ کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا۔

زید بن عمرؓ کی وفات اسی روز ہوئی جس روز ان کی والدہ ام کلثوم بنت علی مرتضیٰؓ کا انتقال ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے، زیدؓ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے، تاریکی شب میں ان کو شناخت نہ کیا گیا، ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگی، چند روز مضروب رہ کر رہگرائے عالم بقا ہوئے۔

سیدہ زینب بنت فاطمہؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا، میدانِ کربلا میں اپنے برادر مکرم حضرت حسینؓ کے ہم راہ تھیں۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت کیا اور اہل بیت حسینؓ کی حضانت فرمائی اور اعدائے اشقیاء کو خوب جواب دیے۔ ان کے فرزند عدی بن عبداللہ بن جعفر بھی میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

سیدہ نساء العالمین کی اولاد میں بعض نے محسن اور رقیہ کے نام بھی بڑھا دیے ہیں اور اکثر نے یہ نام نہیں لکھے، جنھوں نے لکھے ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ محسن اور رقیہ ہر دو کا انتقال نہایت صغرسنی میں ہوگیا تھا۔ اس لیے ان کے حالات تاریخ میں نہیں ملے۔

سیدہ فاطمہؓ کی قبر میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں مدفون ہوئیں اور جب مسجد نبوی کو وسعت دی گئی تب یہ جگہ شامل مسجد نبویؐ ہوگئی تھی۔ اصول الکافی میں الشیخ کلینی نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ اکثر مؤرخین کا رجحان ہے کہ ان کی قبر مبارک بقیع میں ہے۔ حضرت حسن، حضرت زین العابدین اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم عم الرسول کی قبور اسی جگہ پہلو بہ پہلو ہیں۔ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ بقیع میں ایک پتھر ملا تھا، جس پر یہ تحریر تھا:

هذا قَبرُ فَاطِمَةَ بِنتِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ۔

مرویات

۱۔ نسائی نے ثوبانؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بار نبی ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے وہ سونے کا ہار اتار کر اپنے گلے سے ہند بنت ہبیرہ کو دکھا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ علیؓ نے لا کر دیا ہے۔ نبیؐ نے یہ ہار بیٹی کے ہاتھ میں دیکھا اور واپس چلے آئے۔ حضرت فاطمہؓ سمجھ گئیں، انھوں نے ہار کو فروخت کردیا اور ایک غلام خریدا اور اسے راہِ خدا میں آزاد کردیا۔ نبی ﷺ کو اطلاع ہوئی تو خوش ہوئے اور الحمدللہ فرمایا۔

۲۔ فاطمہ بن الحسینؓ نے اپنی جدہ فاطمہؓ سے روایت کی کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت درود شریف پڑھ کر رَبِّ اغْفِرْلِی

ذُنُوبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ پڑھنا چاہیے اور خروجِ مسجد کے وقت درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ رَحْمَتِکَ کی جگہ فَضْلِکَ بدل لینا چاہیے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ارسال ہے کہ فاطمہ بنت الحسینؓ نے اپنی جدہ کو نہیں دیکھا۔

۳۔ ایک نہایت صحیح حدیث جسے نسائی کے سوا باقی جملہ صحاح میں روایت کیا گیا ہے یہ ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ایک روز ابن عبدالواحد سے فرمایا: میں تجھ سے فاطمہؓ بنت الرسول ﷺ کی ایک بات کہوں جو سارے کنبہ میں بھی نبی ﷺ کو بہت پیاری تھیں؟

ابن عبدالواحد نے کہا: ہاں۔

علیؓ نے کہا: فاطمہؓ نے اتنی چکی پیسی کہ ہاتھوں میں نشان پڑ گئے، پانی کے لیے مشک اٹھائی کہ گردن پر نشان پڑ گیا، گھر میں جھاڑو دی کہ سب کپڑے میلے ہوگئے۔ انھی ایام میں نبیؐ کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم اپنے ابا کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو۔ فاطمہؓ گئیں، مگر وہاں ہجوم تھا مل نہ سکیں۔

اگلے روز نبیؐ خود آئے اور دریافت فرمایا کہ کیا ضرورت تھی؟ فاطمہؓ چپ ہوگئی، میں نے کہا کہ حضور ﷺ کو بتاتا ہوں، چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے ہیں اور مشک اٹھاتے اٹھاتے گردن پر، میں نے دیکھا کہ حضورؐ کے پاس کچھ خادم آئے ہیں اور میں نے ہی ان سے کہا تھا کہ حضورؐ کے پاس جائیں، خادم مانگیں کہ اس تکلیف سے رہائی ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اتقی الله یا فاطمة و أدی فریضة ربك واملی عمل اهلك واذا اخذت مضجعك فسبحی ثلاثا و ثلاثین و احمدی ثلاثا وثلثین و کبری اربعا و ثلاثین فذلك مائة هی خیر لك من خادم۔

''اے فاطمہ! تقویٰ اختیار کرو، فرائض الٰہی ادا کرو اپنے کنبے کے اعمال کو اپنا دستور بناؤ اور جب بستر خواب میں لیٹو تب ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمدللہ، ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو ہوگیا یہ عمل تیرے لیے خادم سے بہتر ہے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

رَضِیْتُ عَنِ اللّٰہِ وَعَنْ رَّسُوْلِہٖ ﷺ

''میں اللہ اور رسول اللہ سے اسی حال پر خوشنود ہوں۔''

فاطمہؓ کو خادمہ نہ ملی۔

اس حدیث سے حضرت علی مرتضیٰؓ کے کنبے کی معیشت، سیدہ فاطمہؓ کی زہد و ریاضت اور رضا و تسلیم اور نبی ﷺ کی اپنے لیے اور اپنے احب اہل کے لیے دنیا و اموال دنیا سے علاحدگی و برأت بہ خوبی آشکارا ہوتی ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرضٰی لَہٗ۔

۴۔ ایک اور روایت ہے جسے ابن عدی و بیہقی نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

یَافَطِمَۃُ مَنْ یَّمْنَعُکَ اَنْ تَسْمَعِی مَاأُوصِیكِ بِہٖ اَن تَقُوْلِیْ یَا حَیُّ یا قَیُّوم بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَانِی کُلَّہٗ۔

مطلب یہ ہے کہ اس وظیفے کو میری وصیت سمجھ کر پڑھا کرو۔ OO

بنات طاہراتؓ
قرآن، حدیث اور تاریخ کے آئینے میں

مفتی محمد داؤد ندوی
(صدر مدرس مدرسۃ الحرم، لکھنؤ)

قرآن کریم، حدیث شریف اور تاریخی حقائق کی بنیاد پر مفسرین ومحدثین اور مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ۔

آپ ﷺ کی تین بیٹیاں آپؐ کی حیات مبارکہ ہی میں انتقال فرما گئیں، البتہ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپؐ کی رحلت کے چھ مہینے بعد ہوا۔ چاروں بنات طاہراتؓ مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ (ماخوذ از طبقات ابن سعد جلد ۸، ص: ۲-۹۲)

شیعہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حقیقی بیٹی صرف حضرت فاطمہؓ ہیں۔ باقی تین بیٹیاں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ حقیقی بیٹیاں نہیں ہی۔ ان لوگوں کا یہ خیال پوری طرح باطل وبے بنیاد ہے۔

آیئے ہم سب سے پہلے قرآن کریم کو دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم بنات طہرات کی تعداد کے بارے میں کیا کہتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً (الاحزاب: ۵۹)

اے پیغمبر ﷺ! اپنی بیویوں، اپنی صاحب زادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادریں تھوڑی سی نیچے لٹکا لیا کریں۔ اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (بیان القرآن)

قرآن کریم کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں مولانا مودودی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ضمناً ایک اور مضمون جو اس آیت سے نکلتا ہے وہ یہ کہ اس سے نبی اکرم ﷺ کی کئی بیٹیاں ثابت ہوتی ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: ''اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے کہو۔'' آگے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ ان لوگوں کے قول کی تردید کر دیتے ہیں جو خدا سے بے خوف ہو کر بے تکلف یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی صرف ایک صاحب زادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور باقی صاحب زادیاں حضور ﷺ کی اپنی صلبی بیٹیاں نہ تھیں۔ یہ لوگ تعصب میں اندھے ہو کر یہ نہیں سوچتے کہ اولاد رسول ﷺ کے نسب سے انکار کر کے وہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اس کی کیسی سخت جواب دہی انھیں آخرت میں کرنی ہوگی۔

تمام معتبر روایات اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضور ﷺ کی صرف ایک بیٹی حضرت فاطمہ ہی نہیں تھیں، بل کہ تین اور بیٹیاں بھی تھیں۔

حضور ﷺ کے قدیم سیرت نگار محمد بن اسحاق حضرت خدیجہؓ

سے حضورؐ کے نکاح کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ''ابراہیمؑ کے سوا نبی علیہ السلام کی تمام اولاد انہی کے بطن سے پیدا ہوئی اور ان کے نام یہ ہیں: قاسم طیب، طاہر، زینب ، رقیہ، ام کلثوم، اور فاطمہ، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (تفہیم القرآن تفسیر سورہ احزاب آیت ۵۹ وسیرت ابن ہشام جلد اول ص ۳۰۲)

پھر ظاہر بات ہے قرآن کریم میں لفظ ''بنات'' جمع کا لفظ استعمال ہوا ہے جو خود کثرت وتعداد کو بتاتا ہے۔

مشہور مفسر امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وأمّا الإث من أولاده فمنهن، فاطمة الزهراء بنت خديجة وهى أصغر بناته، و تَزَ وَّجَّهَا عَلِىّ فى السنة الثانية من الهجرة فى رمضان و توفيت بعد رسول الله ﷺ لبيسير وهى أول من لحقه من أهل بيته۔ وَمنهن زينب أمها خديجة تزوجها ابن خالتها أبوالعاص بن الربيع۔ وَكَانت أكبر بنات رسول الله ﷺ و توفيت منة ثمان من الحجرة

ومنهن رقية أمنها خديجة تزوجها عتبة بن أبى لهب قبل النبوة .... وتزوجها عثمانؓ بن عفان بعد ها و توفيت ورسول الله ﷺ بعد رعلى رأس سبعة عشرشهراً من الهجرة۔ومنهن أمّ كلثوم أمها خديجة تزوجها عتيبة بن أبى لهب۔ أخوعتبة قبل العبوة۔ ثم تووجها عثمانؓ بن عفان بعد وفاة رقيةؓ، وبذلك سُمِّى ذوالنورين۔ وتوفيت ام كلثومؓ فى حياة النبىؐ فى شعبان سنة نسع من الهجرة۔ (قرطبى سورأحزاب) آيت ۵۹

جہاں تک تعلق ہے حضور ﷺ کی مؤنث اولاد کا تو ان میں سب سے چھوٹی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ جن کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا اوران کی وفات نبی اکرم ﷺ سے کچھ زمانے بعد (چھ ماہ) ہوئی۔ اہل بیعت میں سب سے پہلے حضور ﷺ سے حضرت فاطمہؓ ہی ملیں۔

اسی طرح حضورؐ کی مؤنث اولاد میں حضرت زینبؓ ہی جن کا نکاح ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ یہ حضورؐ کی سب سے بڑی صاحب زادی ہیں۔ ان کی وفات سن ۸؍ہجری میں ہوئی۔

اسی طرح حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ہیں۔ حضرت رقیہؓ کا نکاح قبل نبوت عتبہ بن ابی لہب سے ہوا اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح عتبۃ کے بھائی عتیبۃ بن ابی لہب سے ہوا۔ بعد النبوۃ یہی دونوں صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں اسی لیے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ حضرت رقیہؓ کی وفات ہجرت مدینہ کے سترہ ماہ بعد ہوئی اور حضرت ام کلثومؓ کی وفات بھی حضورؐ کی حیات طیبہ ہی ہجرت کے نویں سال میں ہوئی۔ (قرطبی، سورہ احزاب آیت ۵۹)

علامہ آلوسیؒ نے بھی روح المعانی میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ حضورؐ کی صرف ایک ہی بیٹی حضرت فاطمہؓ تھیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: روح المعانی ۹۰/۲

اب ہم احادیث مبارکہ کا رخ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بنات طاہرات کے سلسلے میں احادیث مبارکہ کیا رہ نمائی کرتی ہیں؟ ذخیرۂ احادیث میں دسیوں صحیح احادیث ایسی ملتی ہیں جو پوری طرح یہ بات ثابت کردیتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ بھی حضور ﷺ کی تین بیٹیاں ہیں جو آپؐ کی حقیقی وصلبی اولاد ہیں۔

روی البخاری و مسلم فی صحیحیهما عن أبی قتادهالأنصاری أن رسول اللّٰه ﷺ کان یصلی وهو حامل أمامة بنت زینب بنت رسول اللّٰه ﷺ لأبی العاص بن الربیع بن عبدشمس فإسجد وضعها حط داقام حَمَلَها، بخاری کتاب الصلاة ، باب الإ حمل حاربة صغیرة علی عنقه فی الصلاة حثیث نمبر ٤٩٤۔ مسلم، فی المساجد ومواضع الصلاة باب جواز حمل الصبیان فی الصلاة حدیث ٥٤٣

حضرت ابوقتادہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمارہے تھےاورآپؐ کی نواسی امامہ بنت زینبؓ آپ کے کاندھوں پرسوارتھیں۔صورت حال یہ تھی کہ جب آپ سجدہ کرتے توان کواتار دیتےاورجب قیام کرتے توان کواٹھالیتے۔

اسی طرح بخاری شریف کی ایک دوسری روایت میں ہے:

عن أن بن مالك أنه رأى على أمّ كلثوم عليها السلام بنت رسول اللّٰه ﷺ برد حرير سيراء، بخاری کتاب اللباس بابه الحريں اللنساء حدیث ٥٨٤٢

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ کودھاری دارریشم کی چادر میں دیکھا۔

مذکورہ دوحدیثوں کے علاوہ صحاح وسنن ومسانید کی کتابوں میں بہت سی احادیث ہیں جواس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی طرح حضور ﷺ کی تین صاحب زادیاں اورتھیں، تفصیل کے لیےاحادیث کی کتابوں کودیکھاجاسکتاہے۔

آیئے اب ذرادیکھتے ہیں کہ تاریخی روایات اس بارے میں کیا کہتی ہیں۔

سب سے پہلے ہم یہ بات بتادیں کہ مفسرین ومحدثین کی طرح تمام مؤرخین کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی طرح حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضور ﷺ کی تین بیٹیاں اور ہیں جوآپؐ کی صلبی بیٹیاں ہیں۔

قال الحافظ عبدالغنی البنات أربع بلااخلاف والصحيح فی النبين أنهم ثلاثة، وأوّل من ولد: القاسم، ثم زينب ثم رقيّة، ثم أمّ كلثوم، ثم فاطمة ثم فی الإسلام عبداللّٰه ، ثم ابراهيم بالمدينة۔ وأولاده كلهم من خديجة إلا ابراهيم فإنه من نارية۔و كلهم ماتوا قبله إلا فاطمة فإنها عاشت بعده نسته أشهر، الوافی بالوفيات ٧٩/١

رسول اللہ ﷺ کی بلا اختلاف چار بیٹیاں ہیں اور بیٹوں کے بارے میں صحیح قول تین کا ہے۔سب سے پہلے قاسمؓ ہیں پھرزینبؓ پھررقیہؓ پھرام کلثومؓ اورپھرفاطمہؓ اورپھران کے بعد حالت اسلام میں عبداللہؓ ہیں اورپھرسب کے بعدابرہیمؓ ہیں جومدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ سوائے فاطمہؓ کے آپؐ کی تمام اولادآپؐ کی حیات ہی میں وفات پاگئی۔ حضرت فاطمہؓ آپؐ کے وصال کے چھ ماہ بعد وفات پاگئیں۔

اس کے بعد حافظ عبدالغنیؒ فرماتے ہیں کہ آپؐ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہےسوائے حضرت ابراہیمؓ کے کہ وہ حضرت ماریہؓ کے بطن سے ہیں۔

.......بقیہ صفحہ ۴۱ پر

بناتِ طاہرات رضؓ شفقتِ محمدی کے سائے میں

ذکی الرحمٰن غازی مدنی
(استاد جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ)

لڑکیوں کی ولادت کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا موقف وہی تھا جو کسی دردمند انسانی باپ کا ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ بیٹیوں کی پیدائش کا نہایت خوشی وشادمانی سے خیر مقدم فرماتے تھے۔ دنیا کے تمام شقی القلب اور سنگ دل والدین کے لیے آپ ﷺ کا رویہ ایک عملی سبق ہے، جو یاد دلاتا ہے کہ بیٹی کی شکل میں جنت کا پھول ان کی گود میں ڈالا گیا ہے تاکہ اس کے سبب دلمیں ماما ابھر آئے اور وہ اس کی اچھی تعلیم وتربیت کو اپنے لیے وسیلۂ مغفرت وخوشنودیِ رب بنالیں۔

بعثت نبوی کے وقت عرب معاشرے میں عورت کی حالت کیا تھی اس کا اندازہ ارشادِ باری سے کیجیے: وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدّاً وَهُوَ كَظِيمٌ. يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلاَ سَاء مَا يَحْكُمُون (نحل:۵۸-۵۹) ''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اُس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے؟ دیکھو کیسے برے حکم ہیں جو یہ خدا کے بارے میں لگاتے ہیں۔'' ایسے عورت بے زار اور دختر کش سماج میں نبیِ اکرم ﷺ کا طرزِ عمل خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول تھے اور آپ کا لایا دین بے پایاں خدائی رحمت وعنایت کا عظیم الشان مظہر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء:۱۰۷) ''اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حضرت خدیجہؓ الکبری کے واسطے سے چار بیٹیوں سے نوازا۔ ان کے اسمائے گرامی بالترتیب زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ الزہرا ہیں۔ یہ چاروں بیٹیاں اللہ کے رسول ﷺ کی شفقت ومحبت کے سائے میں اور حضرت خدیجہؓ کی مادرانہ توجہ واہتمام کے ساتھ بڑی ہوئیں۔ گھر کا ماحول پاکیزہ و پرجلال اور خانگی فضا شرافت وبزرگی سے عطر بیز تھی۔ بڑی بیٹی کی شادی خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی، دوسری اور تیسری بیٹی کی شادی اللہ کے رسول ﷺ کے چچا ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ صغر سنی کی وجہ سے گھر میں مقیم تھیں۔ آپ ﷺ کی بعثت ونبوت کے بعد حضرت خدیجہؓ اور چاروں بیٹیاں ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہوگئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے، لیکن قریش اس

کو نہ ماننے پر بضد رہے اور حتی الوسع کوشش کر کے اس دعوت کو روکنے میں لگے تھے۔ اسی سلسلے میں صلاح ومشورے کے لیے قریش کے سربراہوں کی مجلسیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایک روز دورانِ مشورہ کسی شرپسند نے کہا: ''دراصل تم نے محمدؐ کو خانگی جھمیلوں سے چھٹکارہ دے رکھا ہے، اسے آزادی ملی ہوئی ہے کہ سکون واطمینان کے ساتھ اپنی دعوت پھیلاتا رہے۔ اگر ایسا ہوجائے کہ اس کی بڑی بیٹی زینبؓ کو ابوالعاص طلاق دے اور رقیہؓ و ام کلثومؓ کو عتبہ اور عتیبہ چھوڑ دیں، تو محمدؐ اپنے خانگی مسائل میں الجھ کر اس نئی بدعت کو چھوڑنے پر مجبور ہوجائے گا۔'' مشورہ سے اس تجویز کو پاس کر لیا گیا اور آپ ﷺ کے تینوں دامادوں سے بات کی گئی۔ تینوں کو اس پنچایتی حکم کی تعمیل میں تردد تھا کہ ہر ایک اپنی شریکِ حیات کی خوبیوں کا معترف اور ان سے محبت رکھتا تھا۔ انھیں معلوم تھا کہ ان کی بیویوں کا نعم البدل ملنا ناممکن ہے، نیز یہ کہ اُن کا ضمیر کسی دوسری بیوی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس موقع پر ابولہب کی کافر وملعون بیوی نے حسد و رقابت دکھاتے ہوئے زعمائے قریش کے اس حکم کی تعمیل کے لیے دونوں بیٹوں کو مجبور کرنا شروع کر دیا۔ اس نے دھمکی دی کہ میرا دودھ تمہارے سر حرام ہوگا اگر تم محمدؐ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے کر واپس اس کے گھر نہیں بھیجتے۔ ماں باپ اور قبیلے کے دباؤ میں ابولہب کے دونوں بیٹوں نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ واپس اپنے میکے تشریف لے آئیں۔ قریش کے چلائے اس تیر سے آپ ﷺ کا شفیق ورحیم دل کس درجہ لہولہان ہوا ہوگا، بس سمجھا جاسکتا ہے۔ بارگاہِ ایزدی سے جلد ہی فیصلہ ہوا اور دونوں دختران زیادہ دنوں تک میکے میں بیٹھی نہ رہیں۔

حضرت رقیہؓ کا نکاح بہت جلد حضرت عثمانؓ غنی سے ہوگیا۔ حضرت عثمانؓ کے مناقب وفضائل کا بیان ایک طویل کتاب کا طالب ہے۔ یہاں اتنا جان لیجیے کہ آپ قبیلۂ قریش کے نہایت عالی نسب اور متمول خاندان سے تھے۔ آپؓ سب سے پہلے آٹھ اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور جن دس صحابہؓ کو دنیا میں رہتے ہوئے جنتی ہونے کی بشارت ملی ہے، آپ ان میں سے ایک ہیں۔ سیرت کی کتابوں میں آپ کو دو ہجرتوں والا (ذوالہجرتین) بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ آپ ﷺ نے قریش کے مظالم سے تنگ آکر اپنی زوجہ حضرت رقیہؓ کے ساتھ ملکِ حبشہ ہجرت کی تھی۔ اس طرح یہ جوڑا سب سے پہلے تاریخِ اسلام میں ہجرت کرنے والا جوڑا بن گیا۔ مدینہ منورہ کے دارالہجرت قرار پا جانے کے بعد حضرت عثمانؓ اور ان کی اہلیہؓ نے وہاں بھی ہجرت کی۔ اس طرح آپؓ کے حصہ میں دو ہجرتوں کا اجر جمع ہوگیا۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد حضرت رقیہؓ شدید بیمار ہوئیں اور اسی مرض میں آپ کی وفات ہوگئی۔ مورخین کہتے ہیں کہ آپ کی وفات خاص اسی دن واقع ہوئی جس دن معرکۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح مندی کی خبر لانے والا قاصد مدینہ منورہ پہنچا تھا۔ (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشامؒ: ۲/ ۲۸۵)

حضرت عثمانؓ اپنی پیاری شریکِ حیات کا صدمہ برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔ ان کی دانست میں اب اللہ کے رسول ﷺ سے دامادی اور قرابت کا رشتہ منقطع ہوگیا تھا۔ آپ ﷺ نے اُن کی دگرگوں حالت کو دیکھتے ہوئے خیریت پوچھی تو فرمایا: جو مجھ پر گزری ہے، کیا وہ کسی اور پر گزری ہوگی؟ اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی میرے عقد میں تھیں، وہ وفات پاگئیں جس سے میری کمر ہمت ٹوٹ گئی ہے، مزید یہ کہ اب رسولِ خدا ﷺ سے قرابت کا رشتہ بھی ختم ہوا۔''

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سن کر تسلی دی اور ان کا نکاح تیسری بیٹی حضرت امِ کلثومؓ سے کر دیا۔ حضرت امِ کلثومؓ بھی حضرت عثمانؓ کے عقد میں تا زندگی باقی رہیں تا آں کہ چھ سال بعد سن ۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (ذو النورین عثمانؓ بن عفان، عباس محمود العقادؒ: ص۸۷-۹۷) کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین یعنی 'دونور والا' کہے جانے کی وجہ یہی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دو جگر گوشے پے در پے آپؓ کے عقد میں آئے جب کہ تاریخ میں منقول نہیں ہے کہ کسی اور شخص نے کبھی کسی نبی کی دو بیٹیوں کی زوجیت پائی ہو۔ ایک دوسرا قول یہ ہے کہ ذوالنورین اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا: ''اس انسان (حضرت عثمانؓ) کو آسمانوں میں دونور والا کہا جاتا ہے۔'' [ذاک امرء یدعیٰ فی السماء ذا النورین] (السیرۃ النبویۃ، ابن ھشامؒ: ۲/۲۱۹) شارحینِ حدیث کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا معمول تھا کہ قیامِ لیل میں روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے تھے۔ چوں کہ قرآنِ کریم نور ہے اور قیامِ لیل بھی نور ہے اس لیے آپ کو دونور والا کہا جاتا ہے۔

پیچھے گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ کے سب سے بڑے داماد- حضرت زینبؓ کے شوہر- کا نام حضرت ابو العاص تھا۔ قریشی سرداروں نے انہیں بھی حضرت زینبؓ کو طلاق دینے کی فرمائش کی اور بدلے میں کسی بھی قریشی خاندان کی کسی بھی لڑکی سے شادی کرا دینے کا لالچ دیا۔ حضرت ابو العاص کا جواب نفی میں تھا اور انھوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا، میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ کر قریش کی کسی عورت کو اپنے عقد میں لاؤں گا۔'' (الأفراد، دارقطنیؒ: ۸۲/۳) زمانہ تیزی سے گزرتا رہا اور آپ ﷺ کے مددگار چچا ابوطالب وفات پا گئے۔ کچھ ہی عرصہ بعد ہر غم کی غم گسار شریکِ زندگی بھی داغِ فراق دے گئیں۔ قریش کی ایذا رسانی نقطۂ عروج کو پہونچی تو پردۂ غیب سے مدینہ منورہ کے حق میں فیصلہ ہو گیا کہ اب یہی شہرِ یثرب دعوتِ اسلام کا مرکز بنے گا۔ آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینے میں ایک صاحبِ خانہ کی مانند اطمینان وسکون سے فروکش ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد قریش کی چھیڑ چھاڑ کے نتیجے میں ''غزوۂ بدر'' کا عظیم الشان معرکہ پیش آیا جس میں قریش کے بڑے بڑے سرغنے کام آئے اور بڑی تعداد میں جنگجوؤں کو قیدی بنا لیا گیا۔

ان قریشی قیدیوں میں ایک نام حضرت ابوالعاص کا بھی تھا جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور جنگِ بدر میں کفارِ قریش کی جانب سے لڑنے آئے تھے۔ قریش نے قیدیوں کا فدیہ دینا شروع کیا تو ابوالعاص کے بھائی بندوں نے بھی ان کے فدیہ کی رقم اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ ایک قیدی کا فدیہ چار ہزار درہم منظور ہوا تھا۔ حضرت ابوالعاص کے فدیہ میں ان کی بیوی اور دخترِ رسول ﷺ حضرت زینبؓ نے نقدی میں کمی کی وجہ سے ایک قیمتی ہار بھیجا۔ حضرت زینبؓ کے پاس حضرت خدیجہؓ کا ایک قیمتی ہار تھا جو ساس (حضرت خدیجہؓ) نے رخصتی سے کچھ پہلے اپنے داماد حضرت ابوالعاص کو ہدیتاً دیا تھا۔ مورخ ابنِ اسحاقؒ کہتے ہیں: ابوالعاص کے فدیہ میں آئے مال کے اندر جب آپ ﷺ کی نظر اس ہار پر پڑی تو شدید رقت طاری ہو گئی، اور اسی حالت میں صحابہؓ کرام سے فرمایا: ''اگر (میری خاطر) تمہاری رائے بنتی ہے کہ زینبؓ کے قیدی کو چھوڑ دو اور اس کا بھیجا مال اسے لوٹا دو تو ضرور ایسا کر دو۔'' صحابہ کرامؓ نے منشائے رسالت ﷺ کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت ابوالعاص کو

جانے دیا اور ان کے فدیے کی رقم بھی واپس لوٹا دی۔(السیرۃ النبویۃ، ابن ہشامؒ:۲/۲۲۵)

حضرت ابوالعاص کو آزاد کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ آنے دیں گے۔ حضرت ابوالعاص نے مکہ پہونچ کر اپنے بھائی ''کنانہ'' کی ہم رکابی میں علی الاعلان حضرت زینبؓ کو مدینہ کے لیے روانہ کر دیا۔ حضرت زینبؓ اونٹ کے اوپر ہودج میں تشریف فرما تھیں کہ قریش کے ایک سردار ''ہبار بن الاسود'' اور دوسرے کچھ لوگوں نے راستہ روک لیا۔ ''ہبار'' کے ہاتھ میں نیزہ تھا جس سے وہ بار بار حضرت زینبؓ کو مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ اس وقت حضرت زینبؓ پیٹ سے تھیں، ہبار کی آپا دھاپی میں آپ ہودج سے گر گئیں اور حمل ساقط ہوگیا۔ حضرت زینبؓ کے دیور ''کنانہ'' نے جب یہ ماجرا دیکھا، تو ترکش کے تیر نکال کر آگے رکھ لیے اور کہا کہ اب اگر کسی نے قریب آنے کی جرأت کی تو اس کے سینے میں تیر اتار دیں گے۔ لوگ بات بڑھتی دیکھ کر چیخنے چلانے لگے۔ اسی اثنا میں قبیلۂ قریش کے سردار ''ابوسفیان'' وہاں آگئے اور انھوں نے سرِ عام دن میں حضرت زینبؓ کو مدینہ لے جانے کے عمل کو غلط ٹھہرایا۔ انھوں نے ''کنانہ'' سے گزارش کی کہ فی الوقت وہ گھر لوٹ جائیں اور جب ماحول پر سکون ہو جائے تو رات میں کسی پہر حضرت زینبؓ کو لے کر مدینے کے لیے نکلیں۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

اللہ کے رسول ﷺ کو جب اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ بے حد غضب ناک ہوئے اور صحابہؓ کرام سے فرمایا کہ: ''تم لوگ اگر کبھی ہبار اور اس کے ساتھیوں پر قابو پا جاؤ تو انہیں زندہ جلا دینا۔'' اس کے بعد اگلے دن آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے کل کہا تھا کہ اگر تم ہبار اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لو تو انھیں زندہ جلا دینا، میری رائے بدل دی گئی ہے، آگ سے عذاب دینا-سوائے خدا کے-کسی اور کے لیے جائز نہیں۔ اب اگر تم انھیں پا جاؤ تو صرف قتل کر دینا'' (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشامؒ:۲/۲۲۳) بعد میں ایک موقع پر جب حضرت ابوالعاص ایک قافلے میں مکہ تشریف لا رہے تھے تو ان کی مٹھ بھیڑ حضرت زیدؓ بن حارثہ کے زیرِ قیادت ایک طلایہ گرد ٹکڑی سے ہوگئی۔ ٹکڑی کے افراد نے شام سے آرہے قافلے پر قبضہ کر لیا۔ حضرت ابوالعاص کسی طرح جان بچا کر مدینہ میں حضرت زینبؓ کے پاس پہونچ گئے اور پناہ طلب کی۔ حضرت زینب نے مشرک شوہر کی حالت دیکھی اور مسجد نبوی تشریف لائیں۔ اس وقت مسجد میں آپ ﷺ نماز کی تکبیریں کہہ رہے تھے اور لوگ پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت زینبؓ نے بلند آواز میں چیخ کر کہا: ''اے مسلمانو! میں نے ابوالعاص بن الربیع کو امان دے دی ہے۔''

جب اللہ کے رسول ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا: کیا تم لوگوں نے وہی سنا ہے جو میں نے سنا؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم اس معبودِ برحق کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، تمہارے اور میرے سننے سے پہلے مجھے ماجرے کا قطعی علم نہ تھا اور بیشک مسلمانوں کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی پوری جماعت کی طرف سے کسی کو امان یا پناہ دے سکتا ہے۔'' پھر اللہ کے رسول ﷺ اٹھ کر اپنی بیٹی زینبؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''میری بیٹی! اچھی طرح اس کی مہمان نوازی کرنا، مگر یاد رہے تم اس کے لیے حلال نہیں ہو، اس لیے وہ تم سے کسی قسم کا تعلق نہ بنا پائے۔'' (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشامؒ:۲/۲۳۴)

عام مسلمانوں نے بھی حضور رسالت مآب ﷺ کے پاسِ

خاطر میں ابو العاص کا سامانِ تجارت واپس لوٹا دیا۔ ابو العاص اموالِ تجارت لے کر مکہ لوٹ آئے اور آتے ہی ہر صاحبِ حق کو اس کا حق ادا کر دیا۔ سب کی امانتیں اور حقوق ادا کرنے کے بعد انھوں نے قریش کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا: ''مدینے میں رہتے ہوئے مجھے قبولِ اسلام سے جو چیز روکے ہوئے تھی وہ یہ کہ تم میرے تئیں بدگمانی نہ کرنے لگو اور کہتے پھرو کہ ابو العاصؓ کے قبولِ ایمان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ہمارا تجارتی مال ہڑپ کرنا چاہتا تھا۔ اب میں نے تمہارا مال اور سامانِ تجارت تمہیں لوٹا دیا ہے اور فارغ ہوں، تو اب میں اسلام لے آیا ہوں۔''

اس کے بعد انھوں نے سیدھا مدینہ منورہ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے اسلام کی خبر دی۔ آپ ﷺ نے سن کر خوشی کا اظہار کیا اور تعریف فرمائی اور بیٹی زینبؓ کو جو پہلے سے اُن کے نکاح میں تھیں حوالے کر دیا۔ اس واقعہ کے ٹھیک ایک سال بعد حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی اور پسماندگان میں اپنے شوہر کے علاوہ ایک بیٹے علی اور ایک بیٹی امامہ کو چھوڑا۔ یہ دو بچے وفا شعار بیوی کی طرف سے محبوب شوہر کے لیے سامانِ تسلی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی بیٹی ''امامہ'' ہوبہو اپنی والدہ ماجدہ پر تھیں اور اللہ کے رسول ﷺ بھی اپنے لختِ جگر کے غم کو امامہ کی محبت و موانست کے ذریعہ کم کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی نواسی امامہ سے محبت و شفقت کا امتیازی معاملہ فرماتے تھے۔ صحیحین میں مروی ہے کہ آپ ﷺ امامہ کو کاندھوں پر بٹھاتے اور اسی حالت میں نمازیں پڑھ لیا کرتے۔ جب سجدے کی حالت میں جاتے تو انھیں اتار کر ایک طرف رکھ دیتے اور دوبارہ کھڑے ہوتے وقت انھیں پھر گود میں اٹھا لیتے۔ [**کان یحملها علیٰ عاتقه ویصلی بها فاذا سجد وضعها حتی یقضی صلاته ثم یعود فیحملها**] (صحیح بخاریؒ: ۵۶۵۰۔ صحیح مسلمؒ: ۱۲۴۱)

اللہ کے رسول ﷺ کی چوتھی بیٹی حضرت فاطمہؓ الزہراء ہیں جن کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کا تبصرہ ہے کہ ''میں نے فاطمہؓ سے افضل کسی کو نہ پایا، البتہ فاطمہؓ کے والد ﷺ اس سے مستثنیٰ ہیں۔'' (معجم اوسط، طبرانیؒ: ۱۳۷۔ مسند ابو یعلیؒ: ۱۵۳) پھر انہی کے بارے زبانِ رسالت ﷺ سے صادر ہوا ہے کہ: ''فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔'' [**فاطمة سيدة نساء أهل الجنة**] (صحیح بخاریؒ، باب مناقب فاطمہؓ: ۵۹۲۸۔ صحیح مسلمؒ: ۶۴۶۷) اور یہ کہ: ''فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، لہٰذا جس نے انھیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔'' [**فاطمة بضعة منی فمن أغضبها فقد أغضبنی**] (صحیح بخاریؒ: ۳۵۱۰۔ صحیح مسلمؒ: ۶۴۶۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب فاطمہؓ اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ ﷺ اٹھ کر استقبال کرتے، بوسہ لیتے اور اپنے پاس بٹھاتے، اور اگر اللہ کے رسول ﷺ اُن کے پاس تشریف لے جاتے تو فاطمہؓ کھڑی ہو کر خیر مقدم کرتیں، پیشانی چومتیں اور اپنے قریب بیٹھنے کو کہتیں۔ (سنن ترمذیؒ: ۲۳۷۶۔ سنن ابو داؤدؒ: ۱۴۲۳) حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ گھر تشریف لائیں تو ان کے چلنے کا انداز بالکل ان کے والد ﷺ جیسا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں دیکھ کر خیر مقدم کیا اور اپنے داہنے بٹھایا اور پھر کان میں کچھ سرگوشی کی جسے سن کر فاطمہؓ رو پڑیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ان کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ میں (حضرت عائشہؓ) نے دل میں کہا کہ آج تک اتنی جلدی غمگین ہونے اور خوش ہو جانے کا معاملہ نہیں دیکھا۔ بعد

ازاں میں نے حضرت فاطمہؓ سے ان سرگوشیوں کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا راز افشاں نہیں کرسکتی۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کی وفات ہوگئی تو میں نے دوبارہ اس بارے میں حضرت فاطمہؓ سے پوچھا تب انھوں نے کہا: آپ ﷺ نے مجھ سے کہا تھا کہ ''حضرت جبریلؑ ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآن کا دور کرتے ہیں لیکن انھوں نے اس سال دو بار کیا ہے، جس سے مجھے لگتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ تم میرے اہلِ خانہ میں سب سے پہلے مجھ سے آملوگی اور میں تمہارے لیے بہترین سلف بن کر تمہارا منتظر رہوں گا۔'' میں یہ سن کر رو پڑی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے کہا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم تمام جہانوں میں عورتوں کی سردار بن جاؤ؟ میں یہ سن کر ہنس پڑی تھی۔ (صحیح بخاریؒ: ۵۹۲۸۔ صحیح مسلمؒ: ۶۴۶۷)

حضرت فاطمہؓ کی ولادت خاص اسی دن ہوئی، جس دن آپ ﷺ نے تعمیرِ کعبہ کے مسئلہ میں تحکیم فرمائی تھی۔ دراصل قریش آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے خانۂ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب تعمیر اس مرحلہ میں پہنچی کہ دیوارِ کعبہ میں حجرِ اسود نصب کر دیا جائے، تو قریشی خاندانوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ قریب تھا کہ یہ اختلاف ایک ہمہ گیر خانگی جنگ کا پیش خیمہ بن جائے، لیکن ایک بزرگ کے مشورہ سے سب نے اتفاق کرلیا کہ جو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوگا اس کا فیصلہ مان لیا جائے گا۔ بارے نصیب کہ سب سے پہلے آپ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی سارا مجمع بول اٹھا کہ یہ ''الامین'' ہیں ہم ان کے فیصل بننے پر راضی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس قضیے کا نپٹارا اس طرح کیا کہ ایک دراز چادر بچھائی اور اس میں حجرِ اسود رکھ دیا اور ہر خاندان کے ایک نمائندے کو اس چادر کا کنارہ پکڑ لینے کو کہا۔ جب سب نے چادر کے کناروں کو پکڑ کر حجرِ اسود کو مطلوبہ جگہ تک اٹھا کر پہنچا دیا تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ نصب فرمایا۔ اس طرح آپ ﷺ کی فراست و دانش مندی سے ایک بڑا فتنہ پیدا ہونے سے رک گیا۔

ماہ و سال اسی طرح گزرتے رہے اور محمدؐ زندگی کی چالیسویں دہلیز پار کر گئے۔ اب غیب کا اشارہ ہوا کہ اللہ کا نور اور اس کی وحی محمدؐ کے قلب پر نازل کی جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ابتدائے دعوت میں قریبی رشتہ داروں اور عزیز دوستوں کو اسلام کی طرف مخفی دعوت دینا شروع کردی اور اسی حالت میں تین سال گزر گئے۔ اس کے بعد اسلام کی دعوت کو ظاہر کرنے کا حکم نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے جہری دعوت کا آغاز کرتے ہوئے ایک مختصر سی کھانے کی نشست کا پروگرام رکھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے جملہ اقارب واعزہ کے سامنے اپنے رب کا پیغام کھول کھول کر بیان کردیا۔ آپ ﷺ اپنے خاندان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارتے اور فرماتے تھے: ''اے بنوعبدِ مناف میں اللہ کے مقابلے میں تمہاری کوئی مدد نہ کرسکوں گا۔ اے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب، اے پھوپھی صفیہؓ بنت عبدالمطلب، اے فاطمہؓ بنت محمدؐ میں تم میں سے کسی کو بھی اللہ کے مقابلے میں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکوں گا۔'' (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشامؒ: ۲/ ۲۴۷)

حضرت فاطمہؓ نے اپنے بچپن میں قریش کی ظالمانہ حرکتوں اور تکلیف دہ اذیتوں کو انگیز کیا ہے۔ مسلمانوں کے اجتماعی مقاطعہ اور سوشل بائیکاٹ کے بعد جب سارے مسلمان ''شعبِ ابوطالب'' میں محصور ہوگئے تھے تب بھی حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ

کے ساتھ تھیں۔انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ کعبہ کے سائے میں مشرکین وکفار چیخ چیخ کر آپ ﷺ سے مجادلہ کرر ہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ: کیا تو ہی ہے جو ہمارے معبودوں کے بارے میں ایسا اور ایسا کہتا ہے؟ اور اللہ کے رسول ﷺ پیکرِ صبر وعزیمت بنے کہہ رہے ہیں کہ ہاں میں ہی ہوں جو ایسا اور ایسا کہتا ہوں۔'' (سنن ترمذیؒ: ۳۳۴۹) حضرت فاطمہؓ نے وہ وقت بھی دیکھا جب کسی شقی القلب بدبخت نے آپ ﷺ کی چادر کو گردن میں بل دے کر گلا گھونٹنا چاہا اور خوں آشام درندوں کے غول کی طرح قریشی سردار اس کی ہمت بڑھا رہے تھے۔اسی اثناء میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور انھیں اللہ کے رسول ﷺ سے دور ہٹایا اور کہتے جاتے تھے کہ کیا تم کسی کو اس لیے قتل کر دینا چاہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بتاتا ہے۔'' (صحیح السیرۃ النبویۃ، ابراہیم علی: ص ۹۶) حضرت فاطمہؓ ان سب واقعات کی عینی شاہد تھیں۔یہ واقعات ان کے معصوم دل پر کیا ستم ڈھاتے ہوں گے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔آپ ان واقعات کو دیکھ پھوٹ پھوٹ کر روتی تھیں اور اللہ کے رسول ﷺ ان کو دلاسہ دیتے تھے۔آپ نے وہ دن بھی دیکھا تھا جب عقبہ بن ابی معیط نامی ایک شیطان نے مردار اونٹ کی اوجھڑی لاکر عین سجدے کی حالت میں آپ ﷺ کے اوپر ڈال دی۔یہ منظر دیکھ کر کم عمر بیٹی سے رہا نہ گیا اور وہ کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اپنے ہاتھوں سے اونٹ کی یہ اوجھڑی کمرِ مبارک سے ہٹا دی۔اُن کی زبان سے ان شیطانوں کے لیے بددعائیں نکل رہی تھیں۔تبھی اللہ کے رسول ﷺ نے چہرۂ انور اٹھا کر بددعا دی اور فرمایا: اے اللہ تیرے حوالے کیا قریش کے سرداروں کو، ابوجہل، عتبہ، شیبہ، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف کو۔'' (صحیح بخاریؒ: ۵۲۰۔صحیح مسلمؒ: ۱۷۹۴)

حضرت فاطمہؓ کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے خدمتِ رسالت میں حاضر ہوکر پیغام نکاح دیا جس پر فرمایا گیا کہ ابھی فاطمہؓ کی تقدیر کا انتظار باقی ہے۔اس کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور یہی مدعا رکھا جس پر یہی جواب دیا گیا۔اس کے بعد حضرت علیؓ شرماتے ہوئے پیغامِ نکاح دینے تشریف لائے۔وہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بولنے کی ہمت نہ ہوسکی۔مجھے چپ دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ نے خود ہی پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ کیا کوئی ضرورت ہے؟ میں پھر بھی خاموش رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم فاطمہؓ کا رشتہ لائے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔بس پھر اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کردی۔جس رات حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی، اللہ کے رسول ﷺ نے پانی مانگ کر وضو فرمایا اور استعمال شدہ پانی کو حضرت فاطمہؓ کے اوپر انڈیل دیا اور فرمایا: ''اے اللہ! ان دونوں میں برکت رکھ دے اور ان دونوں پر برکت انڈیل دے اور ان دونوں کی ذریت میں بھی برکت فرمادے۔'' [**اللھم بارک فیھما وبارک علیھما وبارک لھما فی نسلھما**] (طبقات ابن سعدؒ: ۵/ ۱۴۲- ۱۴۵)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ایک بار میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو زیادہ محبوب کون ہے، میں یا فاطمہؓ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فاطمہؓ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے فاطمہؓ سے زیادہ عزیز ہو۔'' (معجم اوسط، طبرانیؒ: ۷۶۷۵) حضرت فاطمہؓ سے آپ ﷺ کا تعلقِ خاطر اور پدرانہ شفقت اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنے کا ارادہ

ظاہر کیا ہے تو آپ ﷺ مسجدِ نبوی تشریف لائے اور غضب کی حالت میں منبر پر کھڑے ہوگئے۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کرام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''ہشام بن مغیرہ کے خانوادے نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علیؓ بن ابی طالب سے کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سن لیں کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا، نہیں دیتا، نہیں دیتا، مگر اس صورت میں کہ ابو طالب کا بیٹا میری بیٹی کو طلاق دے کر اُن کی بیٹی کو بیاہے۔ میری بیٹی میرے دل کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے اندیشوں میں ڈال دے وہ مجھے بھی ڈالتی ہے اور جو چیز اس کو اذیت دے وہ مجھ کو بھی دیتی ہے، مجھے ڈر ہے کہ یہ شادی اس کے دین کا فتنہ بن جائے گی۔'' اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنے بڑے داماد حضرت ابو العاصؓ بن الربیع کا ذکرِ خیر کیا اور تعریف فرمائی نیز کہا کہ ''وہ میرا ایسا داماد تھا کہ جب جب مجھ سے کچھ کہا تو سچ کہا، جب وعدہ کیا تو پورا کیا۔ یقیناً میں یہاں کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہیں کر رہا ہوں، لیکن ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی بیٹی اور دشمنِ خدا کی بیٹی کو ایک گھر میں ایک شخص کے تحت جمع کردے۔''
(صحیح بخاریؒ: ۵۳۸/ ۲۹۔ صحیح مسلمؒ: ۴۴/۱۴/۱۴۔ سنن ابوداؤدؒ: کتاب الزواج: ۱۲۔ سنن ترمذیؒ: کتاب النکاح، ۴۶۔ سنن ابن ماجہؒ: ۹/ ۵۶۔ مسند احمدؒ: ۴/ ۳۲۶-۳۲۸)

سنن ترمذیؒ کی روایت میں منقول ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے تھی؟ انھوں نے کہا: حضرت فاطمہؓ سے۔ سائل نے پھر کہا کہ مردوں میں کس سے تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ فاطمہؓ کے شوہر حضرت علیؓ سے کہ وہ میرے علم کی حد تک روزے دار اور عبادت گذار انسان تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہؒ: ۱۲۷۴۸)

حضرت فاطمہؓ کے بطن سے دو بیٹے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور دو بیٹیاں زینبؓ اور ام کلثومؓ تولد پذیر ہوئے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو چاروں بچوں سے بڑی محبت تھی جو ان کے ساتھ آپ ﷺ کے تعامل سے ہویدا تھی۔ تاہم آپ ﷺ کو خصوصی محبت حسنؓ اور حسینؓ سے تھی۔ آپ ﷺ اکثر ان کو گود میں لے کر فرماتے تھے: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان کو اپنا محبوب بنا لے۔'' (سنن ترمذیؒ فی المناقب: ۳۷۶۹) ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: ''اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی انہیں اپنا محبوب بنا لے، اور جو ان سے نفرت و بغض رکھے انھیں مبغوض بنا لے۔'' (معجم کبیر، طبرانیؒ: ۲۶۴۶) ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو انسان بھی حسنؓ اور حسینؓ سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔'' [**من احب الحسن الحسین فقد احبنی و من ابغضھما فقد ابغضنی**] (سنن ابن ماجہؒ: ۱۴۳ مع تحسین البانیؒ)

روایات میں آتا ہے کہ ایک روز اللہ کے رسول ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی تھے۔ ہر ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ اور فاطمہؓ کو قریب کر لیا اور حسنؓ و حسینؓ کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پھر ان دونوں کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیا اور آیت کریمہ تلاوت فرمائی: **إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا** (احزاب، ۳۳) ''اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اہلِ بیتِ نبیؐ سے گندگی کو دور کرے اور تمھیں پوری طرح پاک کردے۔'' پھر فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت اور اہلِ نسبت ہیں، تو ان سے گندگی کو دور فرما دے۔'' (صحیح مسلمؒ: ۶۴۱۴۔ سنن ترمذیؒ: ۳۲۰۵) ایک اور موقع پر آپ ﷺ کی پدرانہ محبت و شفقت کی

عکاسی ہوتی ہے۔ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے ایک نواسے کو شانوں پر بٹھائے مسجد تشریف لائے اور اسی طرح نماز کے لیے کھڑے ہوگئے۔نماز کے دوران سجدے میں آپ ﷺ انھیں آہستہ سے اپنے برابر میں رکھ دیتے تھے۔اس طرح سے آپ ﷺ نے لوگوں کی امامت کی تو صحابہؓ کرام کو اس پر تعجب ہوا کہ دورانِ نماز آپ ﷺ نے سجدے نسبتاً طویل فرمائے۔نماز پوری کرنے کے بعد لوگوں نے اس بارے میں پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں لگتا ہے کہ یا تو آپ ﷺ کو کچھ ہوگیا ہے یا طولِ سجدہ کے بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے سن کر فرمایا: ایسا کچھ نہیں ہے، سجدے کے دوران میرا یہ بیٹا میرے اوپر سوار ہوگیا تھا اور میرا دل نہ مانا کہ میں اس کا جی بھرنے سے پہلے اوپر سے اتار دوں۔'' (سنن نسائیؒ:۲۷۴ا۔مسند احمدؒ:۱۶۰۵۰) لوگوں کے مشاہدے میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ حضرت حسینؓ کے شانوں کو پکڑے ہوتے اور ان کے پیروں کو اپنے پیروں پر رکھائے فرماتے: اوپر چڑھو، اور اوپر چڑھو۔'' نواسہ کوشش کرکے نانا کے بدن پر چڑھتا جاتا تا آنکہ اس کے پیر اللہ کے رسول ﷺ کے سینے تک پہونچ جاتے۔اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ ان کا منھ کھلوا کر بوسہ لیتے اور کہتے جاتے: ''اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے محبت فرما۔'' (صحیح مسلمؒ، کتاب الفضائل:۴/۱۸۸۲)

ایک بدوی شخص نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے نواسے کا بوسہ لے رہے ہیں تو اس نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''میرے دس بیٹے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔'' یہ سن کر سرکارِ رسالت ﷺ نے فرمایا: ''جو رحمت سے محروم ہوتا ہے اس کے ساتھ رحمت کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔'' (صحیح بخاریؒ:۵۶۵۱۔صحیح مسلمؒ:۶۱۷۰) مرض الوفات میں جب آپ ﷺ کی تکلیف بے حد بڑھ گئی تھی، تو تکلیف کی شدت کو دیکھتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے منھ سے بے اختیار نکل گیا کہ ہائے میرے ابا جان کی تکلیف! یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: ''بیٹا! تمہارے والد کو آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔'' وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ روتے ہوئے کہتی تھیں کہ: ''میرے ابا جان نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہا، جنت الفردوس ہی اب آپ ﷺ کا ٹھکانہ ہے، آج ان کی خبرِ وفات ہم جبریلؑ کو سناتے ہیں۔'' آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین کے وقت حضرت فاطمہؓ کہہ رہی تھیں کہ: کیا تم لوگوں کو گوارا ہے کہ اپنے رسول ﷺ کے رخِ انور پر مٹی ڈالو...؟ (صحیح بخاریؒ:۴۱۹۳)

اللہ کے رسول ﷺ کے اس دارِ فانی سے رحلت کرنے کے ٹھیک چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ کا بلاوا بھی آگیا۔اس طرح آپ خانوادۂ رسول ﷺ میں سب سے پہلے اپنے والد سے ملنے والی بن گئیں۔(صحیح بخاریؒ:۲۹۲۶) ○○

بے گنہ بے خطا، سیدہ فاطمہ
مظہر مصطفیٰ سیدہ فاطمہ
سب خواتین عالم سے ممتاز ہیں
یعنی خیرالنساء سیدہ فاطمہ

نصیر سراجی

رسول کریمؐ کی بناتِ ثلاثہ

اشرف علی ندوی
(نئی دہلی)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بے شمار احسانات فرمائے۔ ان میں سے ایک احسان یہ بھی تھا کہ آپ کو چار صاحب زادیوں سے نوازا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت یہ رہی کہ حضور ﷺ کے صاحب زادوں میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ سب ہی کم عمر میں وفات پا گئے۔ قرآن کریم میں بھی اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔

اور محمد تو بس ایک رسول ہی ہیں۔ ان کے قبل اور بھی رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر یہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں واپس چلے جاؤ گے؟ اور جو کوئی بھی الٹے پاؤں چلا جائے گا، وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عن قریب وہ شکر گزاروں کو بدلہ دے گا۔

رسول کریم کی چاروں صاحب زادیاں علم و عمل اور فضل و کرم میں آفتاب و ماہ تاب تھیں۔ ان میں سے حضرت فاطمہؓ کا مقام و مرتبہ سب سے افضل ہے۔ اس لیے حضرت فاطمہؓ کے بارے میں ہم میں سے اکثر لوگ کچھ نہ کچھ معلومات رکھتے ہیں۔ لیکن باقی تین صاحب زادیوں کے سلسلے میں اکثر لوگوں کی معلومات بہت محدود ہوتی ہے۔ اس لیے اس مضمون میں حضرت فاطمہؓ کے علاوہ باقی تین صاحب زادیوں کی زندگیوں کے حالات اور ان کا مقام و مرتبہ مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔

حضرت زینب رضی عنہا

رسول کریم ﷺ کی سب سے بڑی صاحب زادی کا اسم گرامی زینبؓ تھا۔ یہ بڑی باہمت اور بہت سی فضیلتوں کی حامل تھیں۔ آپ ﷺ کے نزدیک حضرت زینبؓ کا مقام اظہر من الشمس تھا اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت زینبؓ کا شمار اسلام کی قدیم عورتوں اور مبایعات النبی میں ہوتا ہے۔ اس لیے آپ (رضی اللہ عنہا) کی زندگی کا ہر ایک پہلو خصوصی مقام رکھتا ہے۔

والد ماجد کا سہارا

جب رسول کریم ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا، اس وقت حضرت زینب ۱۰ رسال کی تھیں۔ یہ دور مسلمانوں کے لیے ابتلا اور آزمائش کا دور تھا۔ ہر طرف ظلم و ستم اور کفر کا بول بالا تھا۔ جس طرح یہ دور رسول کریم ﷺ کے لیے دشوار تر تھا، اسی طرح دخترانِ عزیز کے حق میں بھی مشکل ترین تھا۔ ایسے مشکل وقت میں حضرت زینبؓ اپنے والد کی مدد کے لیے ہمہ تن مصروف رہتی تھیں اور اپنی استطاعت کے مطابق خدمات انجام دیتی تھیں۔ ایسے مشکل حالات میں دین حق کی حمایت میں کوشاں رہنا اور اسلام کے فروغ کے لیے کوشش کرنا، ان کے دینی معیار و کردار کی روشن دلیل ہے، جو

امت کی تمام خواتین کے لیے قابل رشک اور لائق تقلید ہے۔

ہجرت

جب اہل مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف عداوت اور شدت زیادہ بڑھ گئی، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول کریم ﷺ نے مدینے کی جانب ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد اسلام کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دور میں اسلام اور کفر کا بڑا مقابلہ رہا اور بہت سی جنگیں لڑی گئیں۔ ایک مشہور جنگ غزوۂ بدر کے نام سے معروف ہے، جس میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ جنگی قاعدے کے مطابق شکست خوردہ کفار کو مسلمانوں نے قید کرلیا اور قیدیوں کو دستور کے مطابق مدینے لایا گیا۔ اب یہ فیصلہ ہوا کہ جو لوگ بدر میں قید کر کے لائے گئے ہیں، ان سے مناسب معاوضہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ ان قیدیوں میں حضرت زینبؓ کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع ﷺ (جو اس وقت حالت کفر میں تھے) بھی تھے۔ جب یہ خبر حضرت زینبؓ کو پہنچی، تو انھوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے شوہر کی رہائی کے لیے یمنی ہار بھیجا۔ یہ ہار حضرت زینبؓ کو ان کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے دیا تھا۔ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں یہ ہار پیش کیا گیا، تو رسول کریم ﷺ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ یاد آگئیں اور آپ ﷺ آب دیدہ ہوگئے۔ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا: ”اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابوالعاص ﷺ کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر زینبؓ کو فوراً مدینہ بھیج دیں۔“ تمام صحابہ کرامؓ نے ارشاد نبویؐ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ حضرت ابوالعاص ﷺ نے بھی شرط قبول کرلی اور وعدے کے مطابق حضرت زینبؓ کو اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کی نگرانی میں مدینے کی جانب روانہ کردیا۔ کفار کو اس بات کی بھنک لگ گئی اور وہ لوگ تعاقب میں نکل پڑے۔ حضرت زینبؓ وادئ ذی طویٰ پہنچی ہی تھیں کہ اچانک کفار نے انھیں آگھیرا۔ حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار تھیں اور حمل سے تھیں۔ کفار کی جماعت میں سے ہبار بن اسود نے آگے بڑھ کر حضرت زینبؓ کو اپنے نیزے سے زمین پر گرادیا، جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہوگیا اور وہ بہت زخمی ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر کنانہ بن ربیع طیش میں آگئے، انھوں نے اپنے تیر نکالے اور تیر کو ترکش پر چڑھا کر کفار کو للکارا: ”خبردار! اب تم میں سے کسی نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا، تو میں اسے چھلنی کردوں گا۔“ کفار رک گئے۔ کنانہ بن ربیع حضرت زینبؓ کو لے کر بطن پہنچے اور انھیں حضرت زید بن حارثہ ﷺ کے سپرد کرکے مکے واپس چلے گئے اور حضرت زید ﷺ حضرت زینبؓ کو لے کر مدینہ پہنچے۔

امتیازی شان

حضرت زینبؓ نے یہ مصائب اور تکالیف صرف دین کی خاطر برداشت کیں اور رسول کریم ﷺ کی صاحب زادی ہونے کی وجہ سے ان کو یہ جان گداز مشکلات اور غیر معمول تشدد کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت زینبؓ جب یہ تمام مشکل مراحل سے گزر کر اور مصائب برداشت کرکے، دربار رسالت میں حاضر ہوئیں اور پورا واقعہ گوش گزار کیا، تو رسول کریم ﷺ کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ ادا ہوئے:

هو خير بناتي اصيبت فيّ

یہ میری سب سے اچھی بیٹی ہے، جو میری محبت میں ستائی گئی۔

وفات

حضرت زینبؓ اس واقعے کے بعد زیادہ عرصے زندہ نہ رہیں اور خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔ وفات کا سبب اسقاط حمل کی تکلیف تھی، جو سفر ہجرت میں پیش آئی تھی۔ اس طرح یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حضرت زینبؓ نے شہادت کی موت پائی اور اس لحاظ

سے وہ اپنی تمام بہنوں میں سب سے ممتاز ٹھہریں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہؓ رسول کریم ﷺ کی دوسری صاحب زادی تھیں۔ یہ بڑی رحم دل اور نرم مزاج تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہؓ کو حسن و جمال سے بھی نوازا تھا، جس کا ثبوت ''تاریخ الخمیس'' اور 'ذخائر العقبیٰ'' میں ملتا ہے: ''وکانت ذات جمال رائع'' (حضرت رقیہ نہایت حسین وجمیل تھیں۔) اور بعض روایتوں کے مطابق حضرت رقیہ کا شمار بھی اسلام کی قدیم عورتوں اور مبایعات النبی میں ہوتا ہے۔

نکاح اول

حضرت رقیہؓ کا پہلا نکاح رسول کریم ﷺ کے چچازاد بھائی عتبہ بن ابولہب سے ہوا۔ یہ انتساب نکاح تھا، بل کہ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب اسلامی دور شروع ہوا تو وحی کے ذریعے سے شرک وکفر کی مذمت کی جانے لگی، یہاں تک ابولہب کے متعلق سورہ لہب نازل ہوئی۔ اس وقت ابولہب کفار کا سرغنہ تھا۔ جس وقت سورہ لہب نازل ہوئی تو کفار بھڑک اٹھے اور ابولہب غیض وغضب میں آ گیا اور اپنے بیٹے عتبہ کو حکم دیا کہ ''اگر تم نے محمد بن عبداللہ ﷺ کی بیٹی کو طلاق نہیں دی، تو تمھارا میرے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔'' عتبہ نے اپنے باپ کے حکم کے مطابق حضرت رقیہ کو طلاق دے دی۔ یہ رشتہ صرف اسلام کے خلاف عداوت کی بنا پر منقطع کر دیا گیا تھا۔ جب کہ حضرت رقیہؓ کا نہ کوئی قصور تھا اور نہ کوئی عیب، محض رسول کریم ﷺ کی صاحب زادی ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اذیت پہنچائی گئی۔ کسی عورت کو بلا وجہ طلاق دینا اس کے حق میں نہایت تکلیف دہ ہوتا ہے اور اس کے فطری احساسات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ لیکن یہ سب حضرت رقیہؓ نے اسلام کی خاطر برداشت کیا۔

نکاح ثانی

مذکورہ واقعے کے کچھ عرصے بعد رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنی دامادی کے لیے منتخب فرمایا۔ اس وقت حضرت عثمانؓ اسلام قبول کر چکے تھے۔ یہ نہایت صالح اور شریف تھے۔ چناں چہ رسول کریم ﷺ نے مکے میں ہی حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے طے فرمادی۔ جس وقت ان دونوں کی شادی ہوئی، تو قریش کی عورتیں ان زوجین پر رشک کرتی تھیں اور دونوں کے حسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ سے تعبیر کرتی تھیں: ''احسن شخصین رأی انسان رقیة وبعلها عثمان۔'' (رقیہؓ اور عثمانؓ سے خوب صورت جوڑا کسی انسان نے نہیں دیکھا۔)

ہجرت حبشہ

اسلام کا یہ ابتدائی دور تھا۔ جس میں مسلمانوں کو اذیتیں پہنچائی جارہی تھیں اور ان پر مختلف قسم کے دباؤ ڈالے جارہے تھے۔ کفار کا تشدد دن بہ دن بڑھتا گیا، جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ جب کفار کی ناقابل برداشت حرکتیں انتہا کو پہنچ گئیں، تو رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ جن لوگوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی، ان میں حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ بھی تھیں۔ جب رسول کریم ﷺ کو اس بات کا علم ہوا، تو آپ نے فرمایا:

''ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمان ص پہلے شخص ہیں، جنھوں نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی ہے۔''

کچھ عرصے بعد حضرت عثمانؓ حضرت رقیہ کو مکے واپس لے آئے۔ لیکن مکے میں کفار کی ایذا رسانیاں پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر دونوں دوبارہ حبشہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

ہجرت مدینہ

کافی عرصے حبشہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ کو خبر پہنچی کہ رسول کریم ﷺ مدینے کی جانب ہجرت کرنے والے ہیں، تو انھوں چند مسلمانوں اور حضرت رقیہؓ کے ہم راہ مکے کی جانب کوچ کیا۔ پھر رسول کریم ﷺ سے اجازت لے کر مدینے کی جانب ہجرت کی۔ مدینے پہنچنے کے بعد دونوں نے حضرت اوس بن ثابتؓ کے گھر میں قیام فرمایا۔

وفات

سن ۲/ ہجری میں حضرت رقیہؓ کو چیچک نکلی۔ اس وقت حضرت عثمانؓ اور مسلمان رسول کریم ﷺ کے ساتھ بدر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو حکم دیا کہ تم حضرت رقیہؓ کی تیمارداری اور خبر گیری کے لیے مدینے میں ہی ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب دے گا اور مال غنیمت سے بھی حصہ ملے گا۔ چناں چہ حضرت عثمانؓ رسول کریم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت رقیہؓ کے پاس ہی ٹھہرے۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ اچانک حضرت رقیہؓ کی تکلیف زیادہ بڑھ گئی اور اور انھوں نے ۲۱/ سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ جب رسول کریم ﷺ اور مسلمان غزوۂ بدر میں مشغول تھے، تو آپ ﷺ کو حضرت رقیہؓ کی وفات کی اطلاع ملی۔ یہ خبر سن کر آپ ﷺ بہت مغموم ہوئے۔ پھر کچھ دن بعد آپ ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ ہو کر مدینے تشریف لائے اور حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے، تو آب دیدہ ہو گئے اور زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے: ''عثمان بن مظعونؓ جا چکے ہیں، اب تم بھی ان سے جا ملو۔'' عثمان بن مظعونؓ پہلے مہاجر تھے، جنھوں نے مدینے میں آ کر وفات پائی۔ اس لحاظ سے حضرت رقیہؓ مدینے میں وفات پانے والی پہلی مہاجر عورت ٹھہریں اور انھیں یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ وہ ان چیدہ عورتوں میں سے تھیں، جنھوں نے اسلام کی خاطر دو ہجرتیں فرمائیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم رسول کریم ﷺ کی تیسری صاحب زادی تھیں۔ آپ (رضی اللہ عنہا) نے بھی اپنی بہنوں کی طرح پرورش پائی اور مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ جب نبی کریم ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو اس وقت آپ (رضی اللہ عنہا) ۶/ برس کی تھیں۔ بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثومؓ حضرت رقیہؓ سے بڑی تھیں، لیکن ایسا نہیں ہے۔ مؤرخین کے مطابق آپ (رضی اللہ عنہا) حضرت رقیہؓ سے چھوٹی اور حضرت فاطمہؓ سے بڑی تھیں۔

نکاح اول

حضرت رقیہؓ کا نکاح عتبہ اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔ یہ دونوں ابولہب کے بیٹے تھے۔ ابولہب سرداران کفار میں سے تھا اور رسول کریم ﷺ کا چچا تھا، جس کا ذکر حضرت رقیہؓ کے واقعے میں گزر چکا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ نے اعلانِ توحید اور شرک و کفر کی مذمت کی، تو کفار مکہ بدک پڑے اور انھوں نے مسلمانوں کو اپنی سرکشی کا نشانا بنایا۔ یہ دور مسلمانوں کے لیے بڑا دردناک تھا۔ خاص طور پر نبی رحمت کے لیے۔ اب ابولہب نے رسول کریم ﷺ کو مزید تکلیف پہنچانے کے لیے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ رسول کریم ﷺ کی دونوں صاحب زادیوں (حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ) کو طلاق دے دیں۔ انھوں نے اپنے باپ کے حکم کے مطابق دونوں صاحب زادیوں کو طلاق دے دی اور یہ صرف اسلام سے عداوت کی بنیاد پر کیا گیا تھا۔

نکاح ثانی

طلاق کے واقعے کے بعد حضرت رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔ نکاح کو چند برس ہی گزرے تھے کہ حضرت رقیہؓ سن ۲ر ہجری میں اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئیں۔ حضرت عثمانؓ کو آپ (رضی اللہ عنہا) کی وفات سے بہت صدمہ ہوا۔ اسی زمانے میں حضرت عمرؓ کی صاحب زادی حضرت حفصہؓ بھی بیوہ ہوگئی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ حضرت حفصہؓ سے نکاح کرلیں، لیکن حضرت عثمانؓ نے تأمل کیا۔ اس بات کی خبر رسول کریم ﷺ کو ہوئی، تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میں تم کو حفصہؓ کے لیے عثمانؓ سے بہتر شخص بتا دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لیے حفصہؓ سے بہتر رشتہ بتاتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حفصہؓ کا نکاح مجھ سے کردو اور میں اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عثمانؓ سے کردیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ فوراً راضی ہوگئے۔ چناں چہ حضرت حفصہؓ کا نکاح رسول کریم ﷺ سے ہوگیا اور حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ سے۔ اس موقعے پر آپ ﷺ نے فرمایا: "ما انا ازوج بناتی ولکن اللہ تعالیٰ یزوجھن۔" (میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے نکاح میں نہیں دیتا، بل کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔) اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت ام کلثومؓ اور باقی تمام صاحب زادیوں کا نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا اور رسول کریم ﷺ کی صاحب زادیوں کے سلسلے میں یہ خصوصیت بھی بیان کی جاتی ہے کہ ان کے ساتھ کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہیں لیا جاسکتا تھا۔

ہجرت

حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ نے ہجرت مدینہ کا سفر ایک ساتھ کیا تھا۔ جس وقت دونوں بہنوں نے مدینے کی جانب ہجرت فرمائی، اس وقت رسول کریم ﷺ مدینے میں ہی قیام پذیر تھے۔ یہ دونوں بہنیں اپنی بڑی دونوں بہنوں (حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ) سے ہجرت میں سبقت لے گئی تھیں۔ کیوں کہ مہاجرین کے جو فضائل اسلام میں منقول ہیں اور جو آیات قرآنی ان کے حق میں ہیں، وہ ان دونوں صاحب زادیوں کے لیے بھی ثابت ہیں اور ہجرت کے اجر و ثواب میں یہ دونوں برابر کی شریک ہیں۔

وفات

حضرت ام کلثومؓ حضرت عثمانؓ سے نکاح کے بعد ۶ر سال تک حیات رہیں اور شعبان سن ۹ر ہجری میں اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں۔ مؤرخین کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت ام کلثومؓ کے کفن کے لیے اپنی چادر عطا کی اور خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جب آپ ﷺ تدفین سے فارغ ہوئے، تو آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"مِنهَا خَلَقنَاکُم وَفِیهَا نُعِیدُکُم وَمِنهَا نُخرِجُکُم تَارَةً أُخرىٰ۔"

اسی (زمین) میں سے ہم نے تمھیں پیدا کیا تھا اور اسی میں ہم تمھیں واپس لے جائیں گے اور اسی میں سے تمھیں دوبارہ پھر نکالیں گے۔

بنات رسول ﷺ کی زندگی دینی معیار و کردار کی روشن دلیل ہے، جو تمام خواتین کے لیے مثالی و علمی اور عملی زندگی پیش کرتی ہے۔ اس لیے تمام مسلم خواتین کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی شخصیتوں کو بنات رسول کے کردار کی روشنی میں سنواریں، تاکہ آنے والی نسل کے سامنے ایک بہترین کردار اور عملی نمونہ پیش کیا جاسکے۔ ○○

حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ

زید مجتبیٰ
(مدرسہ سبیل السلام نئی دہلی)

حضرت رقیہؓ آپ ﷺ کی دوسرے نمبر کی صاحب زادی تھیں۔ آپ حضرت زینبؓ سے تین برس بعد پیدا ہوئیں۔ اسلام سے قبل اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے اور ساتھ ہی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا چھوٹے بیٹے عتیبہ سے کرایا لیکن جب اسلام آیا اور اللہ رب العزت کی جانب سے آپ پر وحی نازل ہونے لگی، توحید کی آیات اتریں، ل کفروشرک کی اعلانیہ مذمت کی گئی حتیٰ کہ جب سورہ لہب نازل ہوئی تو ابولہب کی عداوت اور اس کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہہ کر دونوں صاحب زادیوں کو رخصتی سے قبل ہی طلاق دلوادی۔ ظاہر ہے اس واقعے سے ان دونوں صاحب زادیوں کے احساسات ضرورت مجروح ہوئے ہوں گے لیکن ان دونوں نے اسلام کی خاطر ان تمام تکالیف اور اذیتوں کو برداشت کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ رب العزت نے ان دونوں کو اس کا نعم البدل عطا کیا اور یکے بعد دیگرے ان دونوں کا نکاح حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

دوسرے صاحب زادیوں کے اپنے خاوند کے ساتھ اپنے اپنے وقتوں میں بہت اچھے تعلقات تھے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان ابن عفان سے ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور ساتھ ہی رخصتی بھی ہوگئی تھی۔ یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں کو مختلف قسم کی اذیتیں دی جارہی تھیں۔ اسی دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو اسلام لاچکے تھے حبشہ کی جانب ہجرت کا مشورہ دیا۔ ان مہاجرین میں حضرت عثمان اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ بھی تھیں۔ یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والا پہلا قافلہ تھا۔ ہجرت حبشہ کے بعد ان کو ہجرت مدینہ کا بھی شرف حاصل ہوا۔ لہٰذا حضرت رقیہ ''رقیہ ذات الہجرتین'' کہلائیں۔ حضرت عثمان سے حضرت رقیہ کے ایک فرزند عبداللہ پیدا ہوئے جو سنہ چار ہجری میں چھ برس کی عمر میں وفات پاگئے۔

سنہ ۲ھ جب اسلامی لشکر غزوہ بدر سے واپس آرہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہا طویل علالت کے بعد وفات پائیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ایسی خاتون تھیں جن کی تیمارداری کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو بدر میں شرکت سے روکا اور ان کے لیے غزوہ بدر کے صحابی کے برابر اجر وثواب ملنے کی بشارت سنائی اور ساتھ ہی مال غنیمت میں سے بھی حصہ دیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیسری صاحب زادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کرادیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اے عثمان! دیکھو یہ جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں۔ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم کو آپ کے نکاح میں دوں اور جو مہر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر ہوا تھا اسی کے موافق ام کلثوم کا مہر ہوگا۔ لہٰذا سنہ ۳ ھ میں حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا اور چند ماہ بعد ان کی رخصتی ہوگئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کی بے حد خدمت گزار تھیں اور حضرت عثمان بھی ان کا بے حد خیال رکھتے تھے نبی کریم ﷺ کے خاص خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ام کلثوم کو ایک بیش قیمت چادر اوڑھے ہوئے دیکھا جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان ان کا بہت خیال رکھتے تھے حضرت عثمان کی حضرت ام کلثوم سے کوئی اولاد نہیں تھی۔

سنہ ۹ ھ میں حضرت ام کلثوم کی وفات ہوگئی جس کی وجہ سے حضرت عثمان بے حد غمگین تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دلاسہ دیتے ہوئے ان سے ارشاد فرمایا کہ اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو میں سب کا نکاح تم سے کر دیتا۔

حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما نے پوری زندگی بہت یکسوئی کے ساتھ گزاری۔ جب تک اپنے والد کے گھر رہیں ان کو سہارا دیتی رہیں۔ جب اپنے شوہر کے گھر پہنچیں تو ان کی تسکین کا سامان کرتی رہیں۔ تاریخ میں ان پاک صاحب زادیوں کے تفصیلی حالات محفوظ نہیں ہیں البتہ مختلف واقعات یہ بات پوری طرح ثابت ہوسکتی ہے کہ حضرت عثمان کی ان دونوں ازواج مطہرات نے ہمیشہ اس بات کا ثبوت دیا کہ وہ اہل بیت سے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ترتیب یافتہ ہیں۔ تاریخ میں ان مقدس خواتین سے منسوب کوئی ایک منفی واقعہ بھی نہیں ملتا۔ اس سے ہر عقل مند اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ خواتین اپنے بے مثال والد کی بے مثال تربیت کا نمونہ اور اپنے عظیم شوہر کے رفاقت و محبت کی حسین یادگار تھیں۔ امت مسلمہ کی بیٹیوں اور بیویوں کے لیے ان دونوں مبارک خواتین کی زندگی میں بڑا درس پوشیدہ ہے۔ ○○

صفحہ ۲۵ کا بقیہ.......

وقال ابن کثیر، لا خلاف أنّ جمیع أولاده ﷺ من خدیجة بنت خویلد سوی ابراهیم فمن ماریة بنت شمعون القبطیة، البدایة والنهایة۔ ۸/۲۳۷ تا ۲۵۰

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے بطن سے ہیں۔ سوائے حضرت ابراہیمؑ کے۔ کہ وہ حضرت ماریہؓ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

تمام کتب سیر و تواریخ مثلاً، طبری، طبقات ابن سعد، الاِستیعاب کتاب المحبر، میں مستند حوالوں سے مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت فاطمہؓ کی طرح تین صاحب زادیاں اور ہیں جو آپ ﷺ کی صلبی اولاد ہیں۔ آپ ﷺ کی تمام مذکر و مؤنث اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے ہیں، سوائے حضرت ابراہیمؑ کے، کیوں کہ وہ حضرت ماریہؓ قبطیہ کے بطن سے ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظ ہو، طبری ۲/۴۱۱، طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۶ تا ۴۱، کتاب المحبّر لأبي جعفر محمد بن حبیب ص: ۷۸، ۷۹، ۴۵۲، الاِستیعاب للحافظ ابن عبد البر المالکی ۲/۷۱۸،) ○○

صاحبۃ القلادۃ حضرت زینبؓ

ثروت اصغر مومناتی
(ممبئی)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرمﷺ کی صاحب زادیوں میں سب سے بڑی صاحب زادی ہیں۔آپؓ کی ولادت ظہور اسلام سے دس برس قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی۔آپ کی تربیت، خدا کے ذریعے تربیت یافتہ عظیم ترین ہستی کے زیرِ سایہ ہوئی جو کہ قبولیتِ اسلام میں سابق، ایمان پر ثابت اور اس راہ میں آنے والی تکالیف پر صابر رہنے کی صورت میں عیاں ہے۔آپ کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشورے کے مطابق کم عمری ہی میں آپ کا نکاح حضرت ابو العاص بن ربیع سے کر دیا گیا تھا۔حضرت ابو العاص آپ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ وہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ایک صاحب ثروت شخص تھے۔اسلام کو اپنے لیے قبول نہ کرتے ہوئے اہلِ اسلام کی ہر ممکن اعانت کرنا اور مخالفین کے اصرار کے باوجود رسولِ خداﷺ سے قرابت داری کو جوڑے رکھنا اس کا بین ثبوت ہے۔خود زبانِ رسالت نے اُن کے اِن جذبات کی پذیرائی اِن الفاظ میں کی ہے ’’کہ ابو العاص نے ہماری قرابتداری کی بہترین رعایت کی اور اس کا حق ادا کر دیا۔‘‘

اہل اسلام نے اپنے ابتدائی دور میں بے پناہ دشواریوں کا سامنا کیا۔سخت ترین حالات میں اپنے والد کو سرگرداں دیکھنا اولاد کے لیے کسی اذیت سے کم نہیں۔اس پر مستزاد یہ کہ بہ وقت ہجرت آپؓ کو محض دختر رسول اللہ ہونے کی وجہ سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا، جس سے آپ جسمانی طور پر شدید مجروح ہوئیں۔اسی موقعے پر نبی کریمﷺ نے آپ کی افضلیت کے لیے یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے: ’’ھی افضل بناتی اصیبت فیّ‘‘ یعنی زینبؓ میری بہترین بیٹی ہے جسے میری وجہ سے تکلیف پہنچائی گئی۔

ہجرت کے بعد مسلمانوں کو کفار سے جنگ کی اجازت دی گئی تو سب سے پہلے جنگ بدر ہوئی، جس میں مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ اس جنگ میں آپؓ کے شوہر ابو العاص کفار مکہ کی طرف سے شریک ہوئے۔کفار شکست سے دوچار ہوئے، جس کی بنا پر ابو العاص کو قیدی بنا لیا گیا۔گلوخلاصی کے لیے فدیہ لازم تھا۔ شوہر کو آزاد کرانے کے لیے حضرت زینبؓ نے اپنا وہ قیمتی ہار جو ان کی والدہ ماجدہ نے انہیں عطا کیا تھا، دربارِ رسالت میں ارسال کیا، ہار چوں کہ حضرت خدیجہؓ کا تھا، اس لیے اُن سے وابستہ دیرینہ یادیں تازہ ہوگئیں اور آپﷺ پر رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اس کیفیت کو اہل مجلس نے محسوس کیا، لہٰذا نبی کریمﷺ کی منشا کے مطابق قیدی کو آزاد اور فدیہ واپس کر دیا گیا۔اسی دن سے حضرت زینبؓ کا لقب صاحبۃ القلادۃ یعنی ہار والی خاتون مشہور ہوگیا۔

حضرت زینبؓ کی سوانح میں ان کے شوہر کے حوالے سے ایک اور واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ مکہ کے تاجر بہ غرض تجارت ملک شام جایا کرتے تھے۔رجب میں اسی نوعیت کے ایک قافلے کے ساتھ ابو العاص بھی لوگوں کے اموال لے کر تجارت کے لیے گئے۔ راستے میں کچھ مسلمانوں نے قافلے پر دھاوا بول کر اُن کے اموال کو

اپنے قبضے میں لے لیا۔ چنانچہ ابو العاص مدینہ منورہ پہنچ گئے اور اپنی زوجہ حضرت زینبؓ سے پناہ کی استدعا کی۔ انھوں نے پناہ دے دی اور پناہ دینے کے بارے میں سب کو آگاہ کیا۔ اس پناہ کو رسالت مآبؐ نے قبول فرمایا اور پھر انہیں ابو العاص کے تعلق سے نصیحت کی کہ ان کے وقار کے اعتبار سے ان کی خاطر داری کرو۔ اس کے بعد ضبط شدہ مال بھی بلا کم و کاست واپس کرا دیا۔ اس احسانِ عظیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابو العاص، حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو گئے یعنی مکہ پہنچ کر امانتیں واپس کیں اور برملا اسلام لے آئے۔ قبولِ اسلام کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے پاس نکاحِ اول پر یا نکاحِ جدید کے ذریعے لوٹا دیا گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دو اولادہوئیں:

حضرت علی بن ابو العاصؓ اور حضرت امامہ بنت ابو العاصؓ۔ نبی کریم ﷺ کو آپ کی اولاد سے ایک خاص انسیت و محبت تھی۔ ان کی تربیت بھی آپ ہی کے زیرِ عاطفت میں ہوئی، چناں چہ فتح مکہ کے موقع پر علی بن ابو العاص کو نبی کریم ﷺ اپنی سواری کے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ۸ ھ میں ہوئی۔ بیان کیا گیا ہے کہ ہجرت کے موقعے پر ملنے والا زخم انتقال کی وجہ بنا۔ آپ کی تجہیز و تکفین نبی کریم ﷺ کی خاص نگرانی میں ہوئی۔ تدفین کے وقت صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر پریشانی کے آثار دیکھے۔ آپ ﷺ قبر میں اترے، پھر جب باہر آئے تو آپ کا چہرہ کھلا ہوا تھا۔ صحابہ کرام نے ماجرا پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر کی وحشت میرے سامنے ہے اور زینب کی کمزوری سے بھی میں واقف ہوں، لہٰذا میں نے اللہ کے حضور زینب کے لیے عذاب قبر سے پناہ مانگی جو اللہ نے قبول کر لی۔

حضرت زینب کی سوانح میں دو باتیں مسلم معاشرہ کے لئے قابلِ غور ہیں:

اول یہ کہ ایک خاتون کا اپنے غیر مسلم خاوند کو پناہ دینے کی ہمت کر لینا اور برملا اعلان کرنا، خود اعتمادی کی دلیل ہے۔ بلاشبہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ خود اعتمادی مذہبِ اسلام کی دین ہے۔ یہ بات محتاجِ تفصیل و تذکرہ نہیں رہی کہ اسلام نے خواتین کو کس مقام و مرتبے سے نوازا ہے۔ اسلامی تعلیمات اپنے اندر تمام اعلیٰ اخلاقی و معاشرتی اقدار سموئے ہوئے ہے، جس کی نظیر دنیا کے کسی بھی مذہب یا کلچر میں نہیں مل سکتی، لیکن المیہ یہ ہے کہ اس مکمل و بے نقص دستورِ حیات میں بے شمار نقائص در آئے ہیں، جسے رفتہ رفتہ مسلم معاشرہ اپناتا جا رہا ہے، گویا دستور سے اس کی روح نکلتی جا رہی ہے اور محض ڈھانچہ بچ رہا ہے۔

دوم کا تعلق اخروی معاملے سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اپنی دختر کے تئیں عذابِ قبر کے حوالے سے متفکر ہونا یعنی وہاں نجات کا ذریعہ صرف اور صرف اپنے اعمال صالحہ ہیں، کوئی نسبت، قرابت یا سفارش کام نہ آئے گی۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ قبر کا عذاب زیادہ تر پیشاب کی بے احتیاطی کی وجہ سے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت نے پاکی وصفائی پر بہت زور دیا ہے۔

ان منظرناموں میں ہمیں اپنے آپ، گردوپیش ماحول و معاشرے کا جائزہ لینا ہوگا اور یہ سوال کرنا ہوگا کہ کیا ہم اسلامی تعلیمات کے روح کو واپس لانے کے لیے سنجیدہ ہیں؟ ○○

خواتینِ عالم کی سردار حضرت فاطمہ زہراءؓ

طالب الہاشمی
(پاکستان)

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی صورت اور گفتار و رفتار سرورِ عالم ﷺ سے بہت زیادہ ملتی جلتی تھی۔ حضور پرنورؐ کے بہت سے ظاہری و باطنی اوصاف ان کی ذات میں موجود تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ شکل وصورت میں حضرت فاطمہؓ اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے بہت مشابہ تھیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول ہے کہ میں نے طور وطریق کی خوبی، اخلاق وکردار کی پاکیزگی۔ نشست وبرخاست، طرزِ گفتگو اور لب ولہجہ میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کی رفتار بھی بالکل رسول اللہ ﷺ کی رفتار تھی۔

اُم المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ رفتار و گفتار میں رسول اللہ ﷺ کا بہترین نمونہ تھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم سب بیویاں آپؐ کے پاس بیٹھی تھیں کہ فاطمہؓ سامنے سے آئیں، بالکل رسول اللہ ﷺ کی چال تھی۔ ذرا بھی فرق نہ تھا۔ آپؐ نے بڑے تپاک سے بلاکر (مرحبا یا بنتی کہہ کر) پاس بٹھالیا۔ پھر آپؐ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا، وہ رونے لگیں۔ ان کو روتے دیکھ کر آپؐ نے پھر اُن کے کان میں کچھ کہا، وہ ہنسنے لگیں۔ میں نے فاطمہ سے کہا، فاطمہ تمام بیویوں کو چھوڑ کر تم سے رسول اللہ ﷺ اپنے راز کی باتیں کہتے ہیں اور تم روتی ہو۔ آپؐ جب تشریف لے گئے تو میں نے فاطمہؓ سے واقعہ (رونے اور ہنسنے کا سبب) پوچھا۔ انھوں نے کہا، میں اباجان کا راز فاش نہیں کروں گی۔

جب رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو میں نے فاطمہؓ سے کہا، فاطمہ میرا تم پر جو حق ہے میں تم کو اس کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ اس دن کی بات مجھ سے کہہ دو۔ انھوں نے کہا، ہاں اب ممکن ہے، میرے رونے کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ نے اپنی جلد وفات کی خبر دی تھی اور ہنسنے کا سبب یہ تھا کہ آپؐ نے فرمایا: فاطمہ کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم دنیا کی عورتوں کی سردار ہو۔ (سیرۃ عائشہؓ بحوالہ صحیحین)

سیدہ فاطمہؓ ہمیشہ سچی اور صاف بات کہتی تھیں۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کی صدق مقالی اور صاف گوئی کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے:

”میں نے فاطمہؓ کے والد بزرگوار رسول اللہ ﷺ کے سوا فاطمہؓ سے زیادہ سچا اور صاف گو کسی کو نہ دیکھا۔“ (الاستیعاب)

عبادت اور شب بیداری

سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کو عبادتِ الٰہی سے بے انتہا شغف تھا۔

وہ قائم الیل اور دائم الصوم تھیں۔ خوف الٰہی سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتی تھیں۔ مسجد نبوی کے پہلو میں گھر تھا۔ سرورِ عالم ﷺ کے ارشادات و مواعظ گھر بیٹھے سنا کرتی تھیں۔ ان میں عقوبت اور محاسبۂ آخرت کا ذکر آتا تو ان پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ روتے روتے غش آ جاتا تھا۔ تلاوتِ قرآن کرتے وقت عقوبت و عذاب کی آیات آ جاتیں تو جسم اطہر پر کپکپی طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو جاتا۔

زبان پر اکثر اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں فاطمہؓ کو دیکھتا تھا کہ کھانا پکاتی جاتی تھیں اور ساتھ ساتھ خدا کا ذکر کرتی جاتی تھیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ گھر کے کام کاج میں لگی رہتی تھیں اور قرآن پڑھتی رہتی تھیں۔ وہ چکی پیستے وقت بھی (کوئی گیت گانے کے بجائے) قرآنِ پاک پڑھتی رہتی تھیں۔

علامہ اقبالؒ نے اس شعر میں ان کی اسی عادت کی طرف اشارہ کیا ہے:

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے کہ فاطمہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عبادت کرتی تھیں لیکن گھر کے کام دھندوں میں فرق نہ آنے دیتی تھیں۔

سیدنا حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کو (گھر کے کام دھندوں سے فرصت پانے کے بعد) صبح سے شام تک محرابِ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے، نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی حمد وثنا کرتے اور دعائیں مانگتے دیکھا کرتا تھا۔ یہ دعائیں وہ اپنے لیے نہیں بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے مانگتی تھیں۔

عبادت کرتے وقت سیدہ فاطمہؓ کا نورانی چہرہ زعفرانی ہو جاتا تھا۔ جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی یہاں تک کہ اکثر مصلیٰ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔

ایک اور روایت میں حضرت حسنؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میری مادرِ گرامی نماز کے لیے اپنی گھریلو مسجد کی محراب میں کھڑی ہوئیں اور ساری رات نماز میں مشغول رہیں، اسی حالت میں صبح ہوگئی۔ مادرِ گرامی نے مومنین اور مومنات کے لیے بہت دعائیں مانگیں مگر اپنے لیے کوئی دعا نہ مانگی۔ میں نے عرض کیا: ''امان جان آپ نے سب کے لیے دعا مانگی لیکن اپنے لیے کوئی دعا نہ مانگی۔'' فرمایا: ''بیٹا پہلا حق باہر والوں کا ہے اس کے بعد گھر والوں کا۔''

(مدارج النبوۃ)

حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؓ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ اکثر ساری ساری رات نماز میں گزار دیتی تھیں۔

بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی عبادتِ الٰہی کو ترک نہ کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکام کی تعمیل، اس کی رضا جوئی اور سنت نبوی کی پیروی ان کے رگ و ریشے میں سما گئی تھی۔ وہ

دنیا میں رہتے ہوئے اور گھر گرہستی کے کام کاج کرتے ہوئے بھی ایک اللہ کی ہو کر رہ گئی تھیں۔ اسی لیے ان کا لقب بتول پڑ گیا تھا۔

علم و فضل

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے قرآنِ حکیم سے شغف کا ذکر ان کی عبادت اور شب بیداری کے سلسلے میں کیا جا چکا ہے۔ چوں کہ انھوں نے کچھ زیادہ عمر نہیں پائی اس لیے حدیث روایت کرنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ ان سے صرف اٹھارہ (بروایت دیگر انیس) احادیث مروی ہیں۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں حضرت علی بن ابی طالبؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت اُم ہانیؓ اور حضرت سلمٰی اُم رافعؓ شامل ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے حضرت فاطمہؓ سے مروی احادیث پر مشتمل ایک کتاب تیار کی تھی، جس کا نام مسند فاطمہؓ رکھا تھا۔

تفقہ فی الدین سے بھی بہرہ ور تھیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں گوشت تناول فرما رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ حضورؐ اسی طرح نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ نے کسی موقعے پر آپؐ کا کوئی ارشاد سنا تھا، جس سے وہ سمجھی تھیں کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے انھوں نے حضورؐ کا دامنِ اقدس پکڑ کر عرض کی:

''ابا جان وضو کر لیجیے۔''

آپؐ نے فرمایا: ''جانِ پدر، وضو کی ضرورت نہیں، تمام اچھے کھانے آگ ہی پر تو پکتے ہیں۔''

مسند احمد ہی میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کسی سفر میں گئے تھے۔ واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہؓ نے قربانی کا گوشت پیش کیا۔ ان کو اس کے کھانے میں عذر ہوا۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا، اس کے کھانے میں کچھ ہرج نہیں۔ رسول اللہؐ نے اس کی اجازت دے دی ہے۔

ایک مرتبہ سرورِ عالم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا ''بیٹی ذرا بتاؤ تو عورت کی سب سے اچھی صفت کون سی ہے۔''

حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا: ''عورت کی سب سے اچھی صفت یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اس کو دیکھے۔'' (احیاء العلوم امام غزالیؒ)

دائرۂ معارف اسلامیہ میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ شعر بھی کہتی تھیں۔ (ان اشعار میں سے بعض کے لیے دیکھیے: علی فہمی: حسن الصحابہ، استانبول ۴۲۳۱ھ ص، ۶۲۱۔ نیز عبدالقیوم: فہرست شعراء لسان العرب)

بعض مواعظ جنہیں حضرت فاطمہؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بعد کے زمانے میں فارسی زبان میں ترجمہ اور شرح کیے گئے ہیں۔ (دیکھیے اللمعۃ البیضاء ایران ۷۹۹۱ھ نیز دیکھیے معجم المطبوعات) (اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد ۵۱، ص ۶۹۔ دانش گاہِ پنجاب، لاہور)

زہد و قناعت

جس زمانے میں فتوحات اسلام روز بروز وسعت پذیر ہو رہی تھیں، مدینہ منورہ میں بہ کثرت مالِ غنیمت آنا شروع ہو گیا تھا۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ فاتح کو لڑائی کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ آتا اس کا تین چوتھائی لشکر کا حصہ ہوتا اور ایک چوتھائی فریقِ غالب کے سردار کا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حکمِ الٰہی اِنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَ لِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ

(الانفال:۱۴)''اے مسلمانو، جان رکھو کہ جو مال تم لڑائی میں لوٹ کر لاؤ اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا حق ہے۔'' کے مطابق اس رواج میں تبدیلی کردی اور صرف پانچواں حصہ اپنے پاس رکھ کر چار حصے عامۃ المسلمین میں تقسیم کردیتے۔ اپنا حصہ بھی حضوؐر سب راہِ خدا میں صرف کردیتے اور فقر وفاقہ اور قناعت سے اپنی زندگی گزارتے حتیٰ کہ ازواجِ مطہراتؓ اور اپنی لختِ جگر فاطمۃ الزہراؓ کے لیے بھی آپؐ نے آسائش کا کوئی انتظام نہ فرمایا، اگر کبھی سیدہ فاطمہؓ اشارۃً کنایۃً لونڈی یا کنیز کے لیے استدعا کرتیں تو حضوؐر فرماتے: ''بیٹی فقراء اور یتامیٰ کا حق فائق ہے۔'' کبھی ان کے دوسرے طریقوں سے سمجھا بجھا کر تسلی وتشفی فرمادیتے۔

ایک دفعہ رسولِ اکرم ﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں کچھ غلام اور لونڈیاں آئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو انھوں نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا:

''فاطمہ چکی پیستے پیستے تمھارے ہاتھوں میں آبلے (گھٹے) پڑ گئے ہیں اور چولھا پھونکتے پھونکتے تمھارے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا ہے۔ آج حضوؐر کے پاس مالِ غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں۔ جاؤ اپنے ابا جان سے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔''

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن شرم وحیا حرفِ مدعا زبان پر لانے میں مانع ہوئی۔ تھوڑی دیر بارگاہِ نبوی میں حاضر رہ کر گھر واپس آگئیں اور حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھے حضوؐر سے کنیز مانگنے کی ہمت نہیں پڑتی آپ میرے ساتھ چلیں۔ چناں چہ دوسرے دن دونوں میاں بیوی حضوؐر کی خدمت میں حاضر ہوئے، اپنی تکالیف بیان کیں اور ایک لونڈی کے لیے درخواست کی۔ حضوؐر نے فرمایا: ''میں تم کو کوئی لونڈی خدمت کے لیے نہیں دے سکتا۔ ابھی اصحابِ صفہ کی خورد ونوش کا تسلی بخش انتظام مجھے کرنا ہے میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں، جنھوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر فقر وفاقہ اختیار کیا ہے۔ حضوؐر کا ارشاد سن کر دونوں میاں بیوی خاموشی سے اپنے گھر چلے گئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمہؓ لونڈی مانگنے کے لیے سرورِ عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو وہاں لوگوں کا مجمع دیکھ کر کچھ کہہ نہ سکیں کیوں کہ ان کے مزاج میں شرم وحیا بہت زیادہ تھی۔ آخر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اپنی ضرورت کا اظہار کرکے واپس آگئیں۔ ام المومنین نے حضوؐر تک یہ بات پہنچائی تو دوسرے دن حضوؐر خود حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور سیدہؓ سے پوچھا:

''فاطمہ کل تم کس غرض کے لیے میرے پاس گئی تھیں۔''

سیدہؓ شرم کے مارے اب بھی کچھ عرض نہ کرسکیں۔ اس موقعے پر حضرت علیؓ نے عرض کیا:

''یارسول اللہؐ فاطمہ کی یہ حالت ہے کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے ہیں۔ مشک بھرنے سے سینے پر رسی کے نشان ہوگئے ہیں۔ ہر وقت گھر کے کاموں میں مصروف رہنے سے کپڑے میلے ہوجاتے ہیں کل میں نے ان سے کہا تھا کہ آج کل حضوؐر کے پاس مالِ غنیمت میں لونڈیاں آئی ہوئی ہیں تم جاکر اپنی تکلیف بیان کرو اور ایک لونڈی مانگ لاؤ تاکہ تمھاری تکلیف کچھ ہلکی ہوجائے۔ یہی درخواست لے کر یہ کل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں۔''

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بیٹی بدر کے شہیدوں کے یتیم تم سے پہلے مدد کے حق دار ہیں۔''

پھر آپؐ نے فرمایا: ''تم جس چیز کی خواہش مند تھیں اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد دس دس بار سُبحَانَ اللّٰہِ، اَلحَمدُ لِلّٰہِ اور اَللّٰہُ اَکبَرُ پڑھا کرو۔ اور سوتے وقت تینتیس مرتبہ سُبحَانَ اللّٰہِ، تینتیس مرتبہ اَلحَمدُ لِلّٰہِ اور چونتیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکبَرُ پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمھارے لیے لونڈی اور غلام سے بڑھ کر ثابت ہوگا۔''

سیدہ فاطمہؓ نے عرض کیا: ''میں اللہ اور اللہ کے رسول سے اسی حال میں راضی ہوں۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ کو لونڈی نہیں دی گئی لیکن وہ بالکل مطمئن ہوگئیں اور حسبِ سابق خوش دلی کے ساتھ اپنے کام کاج میں مصروف رہنے لگیں۔

ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ مسجد نبوی میں تشریف لائیں اور روٹی کا ایک ٹکڑا سرورِ عالم ﷺ کو دیا۔ حضورؐ نے پوچھا ''یہ کہاں سے آیا ہے۔''

سیدہؓ نے عرض کیا: ''ابا جان تھوڑے سے جو پیس کر روٹی پکائی تھی، جب بچوں کو کھلا رہی تھی خیال آیا کہ ابا جان کو بھی تھوڑی سی کھلا دوں معلوم نہیں وہ کس حال میں ہوں، اسے خدا کے رسولِ برحقؐ یہ روٹی تیسرے وقت نصیب ہوئی ہے۔'' سرکارِ دو عالم ﷺ نے روٹی تناول فرمائی اور سیدہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''اے میری بچی چار وقت کے بعد یہ روٹی کا پہلا ٹکڑا ہے، جو تیرے باپ کے منہ میں پہنچا ہے۔''

ایک دفعہ سیدۃ النساءؓ بیمار ہوگئیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے اپنے ایک جان نثار حضرت عمرانؓ بن حصین کو ساتھ لیا اور اپنی لختِ جگر کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ دروازے پر پہنچ کر داخلے کی اجازت مانگی۔ اندر سے سیدہؓ کی آواز آئی ''تشریف لائیے۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''میرے ساتھ عمران بن حصین بھی ہیں۔''

سیدہؓ نے عرض کیا ''ابا جان! اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں ہے کہ پردہ کروں۔

حضورؐ نے اپنی چادر مبارک اندر پھینک دی اور فرمایا ''بیٹی اس سے پردہ کرلو۔''

اس کے بعد حضورؐ اور حضرت عمرانؓ اندر تشریف لے گئے اور سیدہؓ سے ان کا حال پوچھا۔

سیدہؓ نے عرض کی ''ابا جان شدتِ درد سے بے چین ہوں اور بھوک سے نڈھال ہوں کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''اے میری بچی صبر کر، میں بھی آج تین دن سے بھوکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میں جو کچھ مانگتا وہ ضرور مجھے عطا کرتا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔'' پھر حضورؐ نے اپنا دست شفقت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی پشت پر پھیرا اور فرمایا:

''اے لختِ جگر دنیا کے مصائب سے دل شکستہ نہ ہو، تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔''

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدہ فاطمۃ الزہراؓ دونوں آٹھ پہر سے بھوکے تھے۔ شام کے قریب ایک تاجر کے

اونٹ آئے اسے اونٹوں سے سامان اتروانے کے لیے ایک مزدور کی ضرورت تھی۔ حضرت علیؓ نے اس کام کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا اور پہر رات تک اس کے اونٹوں کا سامان اتارا۔ تاجر نے ایک درہم محنت کا معاوضہ دیا۔ چوں کہ رات زیادہ آچکی تھی اس لیے خورد ونوش کی دکانیں بند ہوچکی تھیں تاہم ایک دکان سے جومل گئے۔ شیرِ خداؓ ایک درہم کے جو لے کر گھر آئے، سیدہ فاطمہؓ دیر سے راہ تک رہی تھیں شوہر نام دار کو دیکھ کر باغ باغ ہوگئیں۔ جَو ان سے لے کر چکی میں پیسے، پھر ان کو گوندھا۔ آگ جلائی اور روٹی پکا کر علی مرتضیٰؓ کے سامنے رکھ دی۔ جب وہ کھا چکے تو خود کھانے بیٹھیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت سید البشر ﷺ کا یہ قول مبارک یاد آیا کہ فاطمہ دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ہے۔

ایک دن رسولِ اکرم ﷺ کے خانہ اقدس میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کے گھر کا بھی یہی حال تھا۔ حضورؐ بھوک کی حالت میں کاشانۂ اقدس سے باہر نکلے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مل گئے۔ اتفاق سے وہ بھی اس دن فاقہ سے تھے۔ حضورؐ ان دونوں کو ساتھ لے کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ابوایوبؓ اپنے کھجوروں کے باغ میں گئے ہوئے تھے اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت ابوایوبؓ کی زوجۂ محترمہ نے حضورؐ کو اہلاً وسہلاً کہا۔ حضورؐ نے پوچھا، ''ابوایوب کہاں ہیں؟''

حضرت ابوایوبؓ کا باغ مکان کے بالکل قریب تھا انھوں نے رحمتِ عالم ﷺ کی آواز سنی تو کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر بے تابانہ دوڑتے ہوئے گھر پہنچے اور یہ گچھا مہمانانِ عزیز کی خدمت میں پیش کیا، اس کے ساتھ ہی فوراً ایک بکری ذبح کی۔ آدھے گوشت کا سالن پکوایا اور آدھے کے کباب بنوائے اور حضورؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی پر کچھ گوشت رکھ کر فرمایا:

''اسے فاطمہ کو بھیج دو اس پر کئی دن کا فاقہ ہے۔''

حضرت ابوایوبؓ نے تعمیل ارشاد کی اور حضورؐ نے اپنے رفقائے کرام کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ پرتکلف کھانا کھاتے ہوئے حضورؐ پر رقت طاری ہوگئی اور آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا (یعنی ان نعمتوں کا حق تم نے کیسے ادا کیا)۔''

حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس آکر دریافت فرمایا: ''میرے دونوں بیٹے حسنؓ وحسینؓ کہاں ہیں؟''

میں نے عرض کیا ''ابا جان آج صبح ہمارے گھر میں کھانے کے لیے کوئی چیز نہ تھی، علیؓ نے مجھ سے کہا کہ میں ان دونوں بچوں کو ساتھ لے کر فلاں یہودی کے پاس (مزدوری کے لیے) جا رہا ہوں، ایسا نہ ہو کہ یہ بچے کھانے کے لیے رئیں۔''

رسول اللہ ﷺ اس طرف تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ دونوں بچے ایک حوض کے پاس کھیل رہے ہیں اور ان کے قریب چند کھجوریں رکھی ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے علی اس سے پہلے کہ دھوپ تیز ہو جائے ان بچوں کو واپس گھر لے جاؤ۔''

حضرت علیؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ صبح سے گھر میں کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ آپؐ تھوڑی دیر تشریف رکھیں میں درخت سے گری ہوئی کھجوریں فاطمہ کے لیے بھی چن لوں'' چناں چہ رسول اللہ ﷺ کچھ دیر کے لیے رُک گئے اور اس اثناء میں حضرت علیؓ نے میرے لیے کھجوریں چن کر ایک کپڑے میں ڈال لیں اور چل پڑے۔ بچوں میں سے ایک کو رسول اللہ ﷺ نے اٹھا لیا اور ایک کو حضرت علیؓ نے اور اسی طرح سب گھر پہنچے۔ (طبرانی، ہیثمی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم پر کئی دن ایسے گزر گئے کہ نہ تو ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی اور نہ رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ اسی زمانے میں ایک دن میں کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں ایک دینار پڑا پایا۔ تھوڑی دیر میں نے سوچا کہ اسے اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں۔ آخر میں نے اسے اٹھا لیا کیوں کہ سخت مصیبت (تنگ دستی) میں مبتلا تھا۔ اسے لے کر ایک دکان دار کے پاس آیا اور آٹا خرید کر فاطمہؓ کے پاس لے گیا اور ان سے کہا، اسے گوندھو اور روٹی پکاؤ۔ انھوں نے آٹا گوندھنا شروع کیا۔ اس وقت بھوک کی وجہ سے ان کی کم زوری کی یہ کیفیت تھی کہ کمر جھک گئی تھی اور ان کی پیشانی کے بال لگن تک پہنچ رہے تھے۔ بہر حال انھوں نے جوں توں کر کے آٹا گوندھا اور روٹی پکائی پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''اسے کھالو، اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ رزق دیا ہے۔''

(کنز العمال، مسند ابو داؤد)

ایک دن سرورِ عالم ﷺ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے گئے، آپؐ نے دیکھا کہ سیدۃ النساءؓ اونٹ کی کھال کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اس میں بھی تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ وہ آٹا گوندھ رہی ہیں اور زبان پر کلام اللہ کا ورد جاری ہے۔ حضور ﷺ یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا:

''فاطمہ دنیا کی تکلیف کا صبر سے خاتمہ کر اور آخرت کی دائمی مسرت کا انتظار کر۔ اللہ تعالیٰ تمھیں نیک اجر دے گا۔''

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ سامنے سے حضرت فاطمہؓ آئیں اور بالکل حضورؐ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے فاطمہ قریب ہو۔ یہ ذرا قریب ہوئیں۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا، اے فاطمہ قریب ہو، یہ ذرا اور قریب ہوگئیں۔ آپؐ نے فرمایا: اے فاطمہ قریب ہو۔ یہ آپؐ سے اور قریب ہوگئیں اور بالکل آپؐ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ اس وقت ان کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی اور خون نہیں رہ گیا تھا۔ حضورؐ نے اپنی انگلیاں پھیلائیں پھر اپنی ہتھیلی حضرت فاطمہؓ کے سینہ پر رکھی اور اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا، اے میرے اللہ، بھوک کے پیٹ کو بھر دینے والے اور حاجت کو پورا کرنے والے اور گرے ہوئے کو بلند کرنے والے، فاطمہؓ بنت محمدؐ کو بھوکا نہ رکھ۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ کے چہرے پر جو پیلا پن تھا وہ جاتا رہا، اور خون ظاہر ہوگیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد میں نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا، تو انھوں نے فرمایا کہ اے عمران مجھے اس وقت سے کبھی بھوک نے نہیں ستایا۔ (طبرانی)

ایثار و سخاوت

ایک دفعہ قبیلہ بنو سُلیم کے ایک بہت بوڑھے آدمی رسولِ

اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضورؐ نے انھیں دین کے ضروری احکام ومسائل بتائے اور پھر ان سے پوچھا:

''کیا تمھارے پاس کچھ مال بھی ہے؟''

انھوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ـــــ قسم ہے اللہ کی، بنو سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور محتاج میں ہی ہوں۔''

حضورؐ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ''تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟''

سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہؓ اٹھے اور کہا: یا رسول اللہ میرے پاس ایک اونٹنی ہے، جو میں اس کو دیتا ہوں۔

حضورؐ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانک دے؟''

سیدنا حضرت علی مرتضیٰؓ اٹھے اور اپنا عمامہ اتار کر نومسلم اعرابی کے سر پر رکھ دیا۔

پھر حضورؐ نے فرمایا: ''کون ہے، جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟''

حضرت سلمان فارسیؓ نے ان صاحب کو ساتھ لیا اور ان کی خوراک کا انتظام کرنے لگے۔ چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ آخر سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سیدہؓ نے پوچھا، کون ہے؟

حضرت سلمانؓ نے سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی ''اے سچے رسولؐ کی بیٹی، اس مسکین کی خوراک کا بندوبست کیجیے۔''

سیدۂ عالمؓ نے آب دیدہ ہوکر فرمایا: اے سلمان، خدا کی قسم آج سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ نہ جانے دوں گی۔ جاؤ یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ فاطمہ بنتِ محمدؐ کی یہ چادر رکھ لو اور اس کے عوض اس مسکین کو کچھ جنس دے دو۔''

حضرت سلمانؓ اعرابی کو ساتھ لے کر شمعون کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ وہ دریائے حیرت میں غرق ہوگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ سیدۂ عالمؓ کے پاکیزہ کردار کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بے اختیار پکار اٹھا:

''اے سلمان خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں، جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ تم گواہ رہنا کہ میں فاطمہؓ کے باپؐ پر ایمان لایا۔''

اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمانؓ کو دیا اور چادر بھی سیدہ فاطمہؓ کو واپس بھیج دی۔ وہ سیدہ کے پاس واپس آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لیے روٹیاں پکا کر حضرت سلمانؓ کو دیں۔ انھوں نے کہا ''اے میرے آقا کی لختِ جگر ان میں سے کچھ بچوں کے لیے رکھ لیجیے۔''

سیدۃ النساء نے جواب دیا: ''سلمان جو چیز میں راہِ خدا میں دے چکی وہ میرے بچوں کے لیے جائز نہیں۔''

حضرت سلمانؓ روٹیاں لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے وہ روٹیاں اعرابی کو دیں اور پھر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا، آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی: ''بارِ الٰہا فاطمہ تیری کنیز ہے

اس سے راضی رہنا۔''

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ساری رات ایک باغ سینچا اور اجرت میں تھوڑے سے جَو حاصل کیے۔ سیدہ فاطمہؓ نے ان کا ایک حصہ لے کر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا۔ عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا، ''میں بھوکا ہوں۔'' حضرت سیدہؓ نے وہ سارا کھانا اسے دے دیا۔ پھر باقی اناج میں سے کچھ حصہ پیسا اور کھانا پکایا۔ ابھی کھانا پک کر تیار ہوا ہی تھا کہ ایک یتیم نے دروازہ پر آ کر دستِ سوال دراز کیا۔ وہ سب کھانا اُسے دے دیا۔ پھر انھوں نے باقی اناج پیسا اور کھانا تیار کیا۔ اس مرتبہ ایک مشرک قیدی نے اللہ کی راہ میں کھانا مانگا۔ وہ سب کھانا اس کو دے دیا۔ غرض سب اہل خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس گھر کے قدسی صفات مسکینوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝ (الدھر:۸)

''اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔''

ایک دفعہ کسی نے سیدہ فاطمہؓ سے پوچھا، چالیس اونٹوں کی زکوٰۃ کیا ہوگی؟ سیدہؓ نے فرمایا:

''تمھارے لیے صرف ایک اونٹ اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو اس سارے ہی راہِ خدا میں دے دوں۔''

سیدنا حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ایک وقت کے فاقہ کے بعد ہم سب کو کھانا میسر ہوا۔ والدِ بزرگوار (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)، حسینؓ اور میں کھا چکے تھے لیکن والدہ ماجدہ (سیدۃ النساءؓ) نے ابھی نہیں کھایا تھا۔ انھوں نے ابھی روٹی پر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ دروازے پر ایک سائل نے صدا دی ''رسول اللہ کی بیٹی میں دو وقت کا بھوکا ہوں میرا پیٹ بھر دو۔'' والدہ محترمہ نے فوراً کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا اور مجھ سے فرمایا: ''جاؤ یہ کھانا سائل کو دے آؤ۔ مجھے تو ایک ہی وقت کا فاقہ ہے اور اس نے دو وقت سے نہیں کھایا۔''

انسانی ہمدردی

خیر الخلائق رحمتِ دو عالم ﷺ کی تربیت نے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے دل میں انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ وہ بے حد مصروف خاتون تھیں۔ خانہ داری، بچوں کی نگہداشت، شوہر کی خدمت اور عبادت سے انھیں کسی دوسری طرف توجہ کرنے کی فرصت بالکل نہ ملتی تھی لیکن وہ حضورؐ کے ارشاد احسن الناس خادم الناس (لوگوں میں سب سے بہتر وہ انسان ہے، جو دوسروں کی خدمت بجا لاتا ہے) کے پیشِ نظر ہر وقت مخلوق خدا کی خدمت پر کمر بستہ رہتی تھیں اور اڑوسیوں پڑوسیوں کی دکھ درد میں شریک ہونا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔

ان کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا، جو اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اللہ نے اسے ہدایت دی اور وہ مشرف بہ ایمان ہوگیا۔ اس پر اس کے خویش و اقارب اس کے مخالف ہوگئے اور اس سے قطع تعلق کرلیا۔ اس طرح اس کے کاروبار اور تجارت پر بہت برا اثر پڑا اور وہ نہایت مفلس وقلاش ہوگیا۔ اسی زمانے میں اس کی ہم درد اور غم گسار بیوی قضائے الٰہی سے فوت ہوگئی۔ رشتے داروں میں سے کوئی اس کے قریب بھی نہ پھٹکا۔ گھر میں بیوی کی میت پڑی تھی اور

وہ پریشان تھا کہ اس کے غسل وکفن کا کیا انتظام کیا جائے۔ اتفاق سے سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کو اس کی مصیبت کا علم ہوگیا۔ وہ رات کے اندھیرے میں اٹھیں، ردائے مبارک سر پر لی اور لونڈی (حضرت فِضّہؓ) کے ساتھ لے کر اس کے گھر پہنچیں، وہاں جا کر خود ہی میت کو غسل دیا اور خود ہی کفنایا۔ (خاتونِ جنت، منشی تاج الدین احمد تاج مرحوم)

ایک مرتبہ چکی پیس رہی تھیں کہ پڑوس سے ایک دردناک آواز کانوں میں پڑی۔ یہ آواز سنتے ہی بے چین ہوگئیں۔ کنیز کو ساتھ لے کر فوراً اس گھر میں چلی گئیں، دیکھا کہ پڑوسن دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ گھر والے سخت پریشان ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ سیدہؓ نے انھیں تسلی دی اور کنیز کے ساتھ مل کر زچہ کی اس تندہی سے مدد اور خدمت کی کہ بچہ صحیح سلامت پیدا ہوگیا اور زچہ کی جان بھی بچ گئی۔ یہ خدمت انجام دے کر گھر لوٹیں تو اس قدر خوش تھیں گویا سارے جہان کی نعمتیں مل گئی ہوں۔ (سیرت فاطمۃ الزہراؓ، مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم)

رسولِ پاکؐ کی فرماں برداری

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ایک مسلمان خاتون ہونے کی حیثیت سے رسولِ پاک ﷺ کی امت کا ایک فرد بھی تھیں اور حضورؐ کی چہیتی بیٹی بھی تھیں۔ ان دونوں حیثیتوں میں وہ رسولِ پاک ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتی تھیں۔ وہ ہر کام میں حضورؐ کی پیروی کرتیں، ہر عمل اسی طرح سرانجام دیتیں، جس طرح حضورؐ سرانجام دیتے۔ حضورؐ سے کوئی مسئلہ، حکم یا ارشاد سن پاتیں تو اس کو حرزِ جان بنا لیتیں اور اسی کے مطابق عمل کرتیں۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ کو کہیں سے کچھ رقم مل گئی (قیاس یہ ہے کہ مالِ غنیمت سے ملی ہوگی) انھوں نے اس رقم سے سونے کا ایک ہار خرید لیا اور اسے سیدہ فاطمہؓ کو دے دیا۔ سرورِ عالم ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ بیٹی کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا:

''فاطمہ! کیا لوگوں سے یہ کہلانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ (ﷺ) کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے۔''

دوسری روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا:

''فاطمہ تم یہ ہار پہنے ہوئی ہو لوگ دیکھیں گے تو کیا یہ نہ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) کی بیٹی مغرور امیروں کے سے زیور پہنتی ہے۔''

حضرت فاطمہؓ نے حضورؐ کا ارشاد سنا تو اسی وقت ہار گلے سے اتار دیا۔ پھر اس کو فروخت کر کے ایک غلام خریدا اور اس کو آزاد کر دیا۔

محدثین نے یہ تصریح نہیں کی کہ حضورؐ نے 'سونے کے ہار' کو 'آگ کا ہار' کیوں قرار دیا، حالاں کہ عورتوں کے لیے سونے کے زیور پہننا جائز ہے۔ قیاس یہ ہے کہ حضورؐ کو یہ پسند نہ تھا کہ آپؐ کے گھرانے کے لوگ پُرتکلف لباس پہنیں یا قیمتی زیور استعمال کریں اور نمود و نمائش سے کچھ واسطہ رکھیں۔

ایک مرتبہ سرورِ کونین ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے۔ سیدہ فاطمہؓ نے آپؐ کی مراجعت کی خوشی میں یا خیر مقدم کے طور پر گھر کے دروازے پر نقشیں پردہ لٹکا دیا۔ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ حضورؐ معمول کے مطابق سب سے پہلے سیدہ فاطمہؓ سے ملنے تشریف لائے۔ آپؐ نے گھر کے دروازے پر پردہ اور بچوں کے ہاتھوں میں نقرئی کنگن

دیکھے تو سیدہؓ کے گھر میں داخل ہوئے بغیر واپس تشریف لے گئے۔ سیدہؓ حضورؐ کی واپسی کا سبب سمجھ گئیں انھوں نے فوراً پردہ چاک کردیا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن اتار لیے، وہ روتے ہوئے نانا جانؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا:

''یہ میرے گھرانے والے (اہلِ بیت) ہیں میں نہیں چاہتا کہ وہ ان زخارف (زرق و برق آرائش) سے آلودہ ہوں۔ ان کے بدلے فاطمہؓ کے لیے عصیب کا ہار اور نقرئی کنگنوں کی جگہ ہاتھی دانت کے دو جوڑے کنگن خرید لاؤ۔'' (ابوداد، نسائی)

ایک اور روایت میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے پاس باہر سے کچھ رقم بھیجی۔ اس زمانے میں حضورؐ کہیں باہر تشریف لے گئے تھے۔ آپؐ واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو سیدہ فاطمہؓ نے اس خوشی میں حضرت علیؓ کی بھیجی ہوئی رقم سے ایک پردہ خرید کر دروازے پر لٹکا دیا اور چاندی کے دو کنگن بنوا کر ہاتھوں میں پہن لیے۔ حضورؐ واپس تشریف لائے تو حسبِ معمول سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ملنے گئے۔ انھوں نے نہایت مسرت سے حضورؐ کو اَہْلاً وَّ سَہْلاً وَّ مَرْحَبًا کہا لیکن حضورؐ نے دروازے پر پردہ اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن دیکھ کر ان کی طرف چنداں التفات نہ فرمایا اور کاشانۂ فاطمہؓ میں تشریف رکھے بغیر واپس چلے گئے۔ حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ کی بے اعتنائی سے بہت دکھ ہوا، وہ رونے لگیں اور سوچنے لگیں کہ آخر مجھ سے کون سا کام حضورؐ کی مرضی کے خلاف ہوا ہے؟ سوچتے سوچتے خیال آیا کہ یہی پردہ اور کنگن دو نئی چیزیں گھر میں آئی ہیں؟ انھوں نے فوراً کنگن ہاتھوں سے نکالے اور دروازے سے پردہ اتارا پھر یہ دونوں چیزیں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دے کر فرمایا کہ انھیں نانا جان کے پاس لے جاؤ اور میری طرف سے عرض کرو کہ آپ ان کو جس طرح چاہیں، کام میں لائیں۔

بچے یہ چیزیں لے کر حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ماں کا پیغام دیا تو آپؐ نے ان کو چوم کر اپنے زانوؤں پر بٹھا لیا اور صحابہؓ کو حکم دیا کہ کنگنوں کو توڑ کر اور پردے کو بہت سے حصوں میں پھاڑ کر انھیں اصحابِ صفہ میں تقسیم کردو۔ اس کے بعد آپؐ نے دعا کی:

''الٰہی! میری بیٹی فاطمہ کو اپنے فضل و کرم سے نواز۔ اس پردے کے بدلے جس سے صفہ کے محتاجوں کا تن ڈھانکا گیا، میری بیٹی کو جنت کے کپڑے عطا فرما اور ان کنگنوں کے بدلے جو اِن غریب لوگوں میں تقسیم کیے گئے، اسے جنت کے زیور پہنا۔''

(اسوہ حسنہ، سلمان منصور پوری)

غرض سیدہ فاطمۃ الزہراؓ ہمیشہ حضورؐ کی مرضی اور منشا کے مطابق عمل کرتی تھیں اور آپؐ کی رضا جوئی کو ہر چیز پر مقدم سمجھتی تھیں۔ ○○

یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟
ہمیں اپنے بے لاگ تبصروں
اور
مشوروں سے ضرور نوازیں۔

حضرت فاطمہؓ کا عقد اور معاشی حالت

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
(سابق ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضورﷺ کی سب سے کم سن صاحب زادی تھیں۔ جب ان کی عمر ۱۸ سال کی ہو چکی تو شادی کے پیغام آنے لگے تھے۔ حضرت علی نے جب درخواست کی تو آپؐ نے حضرت فاطمہ کی مرضی دریافت کی اور وہ چپ رہیں۔ یہ ایک طرح کا اقرار تھا۔ آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمھارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟ بولے: کچھ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ حطیہ کی ذرہ کیا ہوئی، جو جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی؟ عرض کی وہ تو موجود ہے، آپ نے فرمایا بس تو کافی ہے۔

ناظرین کو خیال ہو گیا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگی، لیکن اگر وہ اس کی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ صرف سوا سو روپے، ذرہ کے سوا اور کچھ حضرت علیؓ کا جو سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی۔ حضرت علیؓ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہرا کے نذر کیا۔ حضرت علیؓ اب تک آں حضرتﷺ کے ہی پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی الگ گھر لیں حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے، جن میں سے وہ کئی آں حضرتﷺ کو نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے آں حضرتﷺ سے کہا کہ انھی سے اور مکان دلوا دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: کہاں تک؟ اب ان سے کہتے کہتے شرم آتی ہے۔ حارثہ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے، خدا کی قسم جو مکان آپ لے لیتے ہیں، مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے، غرض انھوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت فاطمہؓ اس میں ٹھہر گئیں۔

شہنشاہ کونینؐ نے سیدۂ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بہ جائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے۔

حضرت فاطمہؓ جب نئے گھر میں جالیں تو آں حضرتﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا۔ پھر اندر آئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا۔ دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی کے سینے اور بازوؤں پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں۔ ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل تر شخص سے تمھارا نکاح کیا ہے۔

علیؓ وفاطمہؓ (جو رسول اللہﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے) اور رسولؐ (جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب تھے) کی معیشت انتہائی سادہ، سخت کوشی، صبر ومشقت کی معیشت تھی، ہناد عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ:

’’مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسے بہتیرے دن گزر گئے کہ ہمارے گھر میں کوئی چیز کھانے کی نہ تھی

اور نہ نبی ﷺ کے پاس کچھ تھا۔ اسی زمانے میں ایک بار باہر نکلا تو راستے میں ایک دینار پڑا ہوا دیکھا، میں ٹھٹھک کر کھڑا ہوگیا اور پھر دل میں سوچتا رہا کہ اس کو اٹھاؤں یا چھوڑ دوں، لیکن افلاس کی یہ شدت تھی کہ یہی طے کیا کہ اس کو اٹھالوں، چناں چہ اس کو لے لیا اور ان شتربانوں کو دیا جو باہر سے غلہ لے کر آئے تھے اور اس سے آٹا خرید لیا، فاطمہ کو دیا کہ اس کو گوندھ کر روٹیاں پکالو، وہ گوندھنے لگیں مگر فاقہ کی وجہ سے اتنی کم زور تھیں کہ آٹا گوندھنے میں ہاتھ بار بار برتن پر گر جاتا اور چوٹ لگتی، بہ ہر حال کسی طرح انھوں نے آٹا گوندھ کر روٹی پکائی اور میں نے رسول ﷺ کی خدمت میں آکر یہ واقعہ بتایا۔ فرمایا: اس کو کھالو، اللہ نے تمھیں یہ رزق بہم پہنچایا ہے۔''

اور ہنادالدینوری الشعبی نے ایک حدیث نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے فاطمہ بنت محمد ﷺ سے نکاح کیا تو میرے یا ان کے پاس ایک مینڈھے کی کھال کے سوا کوئی بستر نہ تھا، اسی پر رات کو سوتے اور اسی میں دن کو اپنی بکری کو چارہ دیتے، اس کے علاوہ ہمارے یہاں کوئی خادم نہ تھا۔

طبرانی نے معتبر اسناد (اسناد حسن) سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے اور فرمایا: میرے بچے کہاں ہیں؟ یعنی حسنؓ اور حسینؓ۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا: آج ہم لوگ صبح اٹھے تو گھر میں ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس کو کوئی چکھ سکے، ان کے والد نے کہا میں ان دونوں کو لے کر باہر جاتا ہوں، اگر گھر پر رہیں گے تو تمھارے سامنے روئیں گے اور تمھارے پاس کچھ ہے نہیں کہ کھلا کر خاموش کرو، چناں چہ وہ فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے گئے، دیکھا یہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے بچا کھچا ادھ کٹا قسم کا کھجور ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علی! اب بچوں کو گھر لے چلو، دھوپ بڑھ رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آج صبح سے ہمارے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے، تو اگر آپؐ یا رسول اللہؐ تھوری دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہؓ کے لیے کچھ بچے کچے کھجور جمع کرلوں۔ یہ سن کر رسول ﷺ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ فاطمہؓ کے لیے کچھ بچے کھجور جمع ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے کھجور ایک کپڑے میں باندھ لیے اور بڑھ کر دونوں کو گود لیا اور اٹھا کر لے آئے۔

امام بخاری حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ چکی پیستے پیستے پریشان ہوگئی تھیں۔ ان کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ قیدی غلام آئے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ آں حضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر آپ تشریف نہیں رکھتے تھے، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ بات کہہ دی، حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، آں حضرت ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے اور ہم لوگوں کے سونے کی جگہ تک آگئے، ہم لوگ اٹھنے لگے تو فرمایا اپنی جگہ پر رہو، اس وقت میں نے آں حضرت ﷺ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی پھر آں حضرت ﷺ نے فرمایا: تم دونوں نے جس چیز کی خواہش کی ہے کیا اس سے بہتر چیز تم کو بتادوں؟ جب تم سونے کو جانے لگو تو ۳۴ بار اللہ اکبر ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھ لیا کرو، یہ چیز تم دونوں کے لیے اس سے زیادہ کارآمد ہوگی، جس کا تم نے سوال کیا ہے۔

ایک روایت میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اہل صفہ کو چھوڑ کر جن کے بھوک سے پیٹ میں بل پڑرہے ہیں تمھیں نہیں دوں گا، میرے پاس ان کے اخراجات کے لیے کچھ نہیں ہے، لیکن ان غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت ان اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔'' ○○

سیدہ فاطمہ زہراء — ایک مثالی بیوی

مولانا طالب حسین
(لاہور)

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ میکے سے رخصت ہوکر جس گھر میں گئیں وہ مسکن نبویؐ سے کسی قدر فاصلے پر تھا۔ حضورؐ کو وہاں آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دن آپؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا:

''بیٹی مجھے اکثر تمھیں دیکھنے کے لیے آنا پڑتا ہے میں چاہتا ہوں، تمھیں اپنے قریب بلالوں۔''

سیدہ فاطمہؓ نے عرض کیا۔

''آپؐ کے قرب وجوار میں حارثہ بن نعمانؓ کے بہت سے مکانات ہیں، آپ ان سے فرمایئے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کردیں گے۔''

حضرت حارثہ بن نعمانؓ ایک متمول انصاری تھے اور کئی مکانات کے مالک تھے۔ جب سے حضورؐ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے وہ اپنے کئی مکانات حضورؐ کی نذر کر چکے تھے۔ رحمتِ عالم ﷺ نے یہ مکانات مستحق مہاجرین میں تقسیم فرما دیے تھے۔ جب سیدہ فاطمہؓ نے حارثہؓ کے مکان کے لیے حضورؐ سے التماس کی تو آپؐ نے فرمایا:

''جان پدر! حارثہ سے اب کوئی اور مکان مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی خوش نودی کے لیے کئی مکانات دے چکے ہیں۔''

حضورؐ کا ارشاد سن کر حضرت فاطمہؓ خاموش ہوگئیں۔ ہوتے ہوتے یہ خبر حضرت حارثہ بن نعمانؓ تک پہنچی کہ رسولِ اکرم ﷺ سیدہ فاطمہؓ کو اپنے قریب بلانا چاہتے ہیں لیکن مکان نہیں مل رہا، وہ نہایت مخلص اور ایثار پیشہ آدمی تھے، یہ خبر سنتے ہی بے تاب ہوگئے اور دوڑتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

''یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپؐ سیدہ فاطمہؓ کو کسی قریب کے مکان میں لانا چاہتے ہیں۔ میں یہ مکان جو آپؐ کے کاشانۂ اقدس کے متصل ہے، خالی کیے دیتا ہوں، آپ فاطمہؓ کو اس میں بلا لیجیے۔ اے میرے آقا میری جان و مال آپ پر قربان ہے۔ خدا کی قسم جو چیز حضورؐ مجھ سے لیں گے، مجھے اس کا آپ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہوگا بہ نسبت اس کے کہ میرے پاس رہے۔''

سرورِ عالمؐ نے حضرت حارثہؓ کے جذبہ ایثار کی تحسین فرمائی اور ان کے لیے خیر و برکت کی دعا کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت حارثہؓ کی پیش کش کے جواب میں فرمایا ''تم سچ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ تمھیں خیر و برکت دے۔''

اس کے بعد حضورؐ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ فاطمہؓ کو حضرت حارثہ بن نعمانؓ والے قریبی مکان میں منتقل کرالیا۔

ازدواجی زندگی

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سیدہ فاطمہؓ کے باہمی تعلقات

نہایت خوش گوار تھے۔ حضرت علیؓ سیدہ کی بڑی عزت کرتے تھے اور ان کا بہت خیال رکھتے تھے۔ سیدہ بھی اپنے شوہر نامدار کا دل و جان سے احترام کرتی تھیں اور ان کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرتی تھیں۔ سرورِ عالم ﷺ اپنی لختِ جگر کو ہمیشہ نصیحت فرماتے رہتے تھے کہ عورت کا سب سے بڑا فرض خاوند کی اطاعت و فرماں برداری ہے، اس لیے وہ علیؓ کی ہر طرح اطاعت کریں۔ دوسری طرف حضوؐر حضرت علیؓ کو بھی تاکید فرماتے رہتے تھے کہ فاطمہؓ سے اچھا برتاؤ کرو۔ چناں چہ میاں بیوی کے مثالی تعلقات کی وجہ سے ان کا گھر جنت کا نمونہ بن گیا تھا۔ تاہم دو چار موقعے ایسے ضرور پیش آئے جن میں میاں بیوی میں معمولی رنجش پیدا ہوگئی، انسانی فطرت اور زمانے کے اقتضا کے پیشِ نظر میاں بیوی کے تعلقاتِ معاشرت میں ایسے اتفاقات کا پیش آجانا کوئی انہونی بات نہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی رنجش بھی محض اتفاقی تھی اور جونہی حضوؐر پرنور نے مداخلت فرمائی ان کے دلوں میں ملال کا شائبہ تک نہ رہا۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ اور حضرت سیدہؓ کے درمیان کسی بات پر کچھ رنجش ہوگئی۔ حضوؐر کو معلوم ہوا تو آپؐ بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت روئے انور پر حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ آپؐ نے دونوں کو سمجھا بجھا کر صفائی کرا دی۔ جب باہر تشریف لائے تو بہت بشاش تھے اور چہرۂ مبارک فرطِ مسرت اور اطمینان سے چمک رہا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ آپ گھر کے اندر گئے تو چہرۂ مبارک متغیر تھا اور باہر تشریف لائے ہیں تو بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے ہیں یہ کیا بات ہے؟''

حضوؐر نے فرمایا ''میں نے ان دو شخصوں میں صلح صفائی کرا دی، جو مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔'' (مدارج النبوۃ)

اسی طرح ایک بار اور میاں بیوی میں کچھ شکر رنجی ہوگئی۔ سیدہ فاطمہؓ ناراض ہوکر رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں شکایت لے کر گئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی آگئے۔ حضرت سیدہؓ نے شکایت پیش کی تو حضوؐر نے فرمایا ـــــ ''بیٹی ذرا خیال کرو ایسا کون سا شوہر ہے، جو اپنی بیوی کے پاس اس طرح خاموش چلا آتا ہے۔''

ایک دوسری روایت کے مطابق حضوؐر نے اس موقعے پر یہ الفاظ ارشاد فرمائے ـــــ ''بیٹی میری بات غور سے سنو، کوئی میاں بیوی ایسے نہیں ہیں، جن کے درمیان کبھی اختلافِ رائے پیدا نہ ہو اور کون مرد ایسا ہے جو ہر کام بیوی کے مزاج کے مطابق ہی کرتا ہے اور اپنی بیوی کی کسی بات پر ناخوشی کا اظہار نہیں کرتا۔''

رحمتِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی سن کر سیدنا علیؓ پر ایسا اثر ہوا کہ انھوں نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا:

''خدا کی قسم آئندہ میں کبھی کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو تمھارے مزاج کے خلاف ہو یا جس سے تمھاری دل شکنی ہو۔''

(طبقات ابن سعد و اصابہ لابن حجرؒ)

'مدارج النبوۃ' میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے درمیان گھریلو کاموں کی تقسیم فرما دی تھی۔ چناں چہ گھر کے اندر جتنے کام تھے۔ مثلاً چکی پیسنا، جھاڑو دینا، کھانا پکانا وغیرہ، وہ سب سیدہ فاطمہؓ کے ذمہ تھے اور باہر کے سب کام مثلاً بازار سے سودا سلف لانا، اونٹ کو پانی پلانا وغیرہ حضرت علیؓ کے ذمہ تھے۔ اس طرح ان کی ازدواجی زندگی میں نہایت خوش گوار توازن پیدا ہوگیا تھا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل کے بھائی نے حضرت علیؓ کو غوراء بنت ابی جہل سے نکاح کرنے کی ترغیب دی اور انھوں نے اس کی ہامی بھرلی۔ چناں چہ غوراء کے سرپرست حضوؐر

سے اس نکاح کی اجازت لینے آئے۔ حضورؐ کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ آپؐ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا:

''بنی ہشام بن مغیرہ، علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتے ہیں اور مجھ سے اجازت مانگتے ہیں۔ لیکن میں اجازت نہ دوں گا، کبھی نہ دوں گا، البتہ علی میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔''

اس کے بعد اپنی دوسری بیٹی حضرت زینبؓ کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اس نے مجھ سے جو بات کہی اس کو سچ کر کے دکھلا دیا اور جو وعدہ کیا وفا کیا۔ اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے نہیں کھڑا ہوا لیکن خدا کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔''

حضورؐ کو اس طرح ناراض دیکھ کر حضرت علیؓ نے بنت ابوجہل سے نکاح کا ارادہ فوراً ترک کر دیا اور پھر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی زندگی میں کسی دوسرے نکاح کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

صحیح بخاری میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور علیؓ کو نہ پایا۔ (حضرت فاطمہؓ سے) پوچھا، تمھارے ابن عم کہاں ہیں؟ بولیں، مجھ میں اور ان میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا وہ غصہ میں چلے گئے ہیں اور یہاں (دوپہر کو) نہیں لیٹے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا، دیکھو وہ کہاں ہیں۔ اس نے آکر خبر دی کہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے۔ وہ (حضرت علیؓ) لیٹے ہوئے تھے۔ پہلو سے چادر ہٹ گئی تھی اور مٹی جسم میں لگ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مٹی پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ اٹھو ابوتراب، اٹھو ابوتراب۔''

حضورؐ حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ گھر لائے اور دونوں میاں بیوی میں صلح کرادی۔ اہلِ سیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کو ابوتراب کہلایا جانا عمر بھر بہت محبوب رہا۔

متذکرہ بالا تین چار اتفاقی واقعات کے سوا حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی ازدواجی زندگی ہمیشہ نہایت خوش گوار رہی اور ان کا گھر پاکیزگی، اطمینان، سادگی، قناعت اور سعادت کا گہوارہ بنا رہا۔

ایک بار سیدہ فاطمہؓ کو بخار آ گیا۔ رات انھوں نے سخت بے چینی میں کاٹی۔ حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ جاگتا رہا۔ پچھلے پہر ہم دونوں کی آنکھ لگ گئی۔ فجر کی اذان سن کر بیدار ہوا تو دیکھا کہ فاطمہؓ معمول کے مطابق وضو کر رہی ہیں۔ میں نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی واپس آیا تو دیکھا کہ فاطمہ معمول کے مطابق چکی پیس رہی ہیں۔ میں نے کہا، فاطمہ تمھیں اپنے حال پر رحم نہیں آتا۔ رات بھر تمھیں بخار رہا۔ صبح اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا، اب چکی پیس رہی ہو۔ خدانہ کرے زیادہ بیمار ہو جاؤ۔

حضرت فاطمہؓ نے سر جھکا کر جواب دیا کہ اگر میں اپنے فرائض ادا کرتے کرتے مر بھی جاؤں تو کچھ پروا نہیں ہے۔ میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی، اللہ کی اطاعت کے لیے، اور چکی پیسی تمھاری اطاعت اور بچوں کی خدمت کے لیے۔

سیدنا حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ ہماری مادرِ گرامی کی زندگی میں باہر کے تمام کام ہمارے والدِ بزرگوار انجام دیتے تھے اور گھر کے اندر تمام کام کاج، کھانا پکانا، چکی پیسنا، جھاڑو دینا وغیرہ سب ہماری مادرِ گرامی خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں۔

حضرت فاطمہؓ خانہ داری کے کاموں کی انجام دہی کے لیے

کبھی اپنی کسی رشتے دار یا ہمسایہ کو اپنی مدد کے لیے نہیں بلاتی تھیں۔ نہ کام کی کثرت اور نہ کسی قسم کی محنت مشقت سے گھبراتی تھیں۔ ساری عمر شوہر کے سامنے حرفِ شکایت زبان پر نہ لائیں اور نہ ان سے کسی چیز کی فرمائش کی۔

کھانے کا یہ اصول تھا کہ چاہے خود فاقے سے ہوں جب تک شوہر اور بچوں کو نہ کھلالیتیں خود ایک لقمہ بھی منہ میں نہ ڈالتیں۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ سر پر گھاس کا گٹھا اٹھائے گھر تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے کہا، ذرا یہ گٹھا اتارنے میں میری مدد کرو۔ اس وقت وہ کسی کام میں مصروف تھیں جلد نہ اٹھ سکیں۔ حضرت علیؓ نے گٹھا زمین پر دے مارا اور کہا: ''معلوم ہوتا ہے تم گھاس کے گٹھے کو ہاتھ لگانے میں سبکی محسوس کرتی ہو۔''

حضرت فاطمہؓ نے معذرت کرتے ہوئے کہا، ہرگز نہیں میں کام میں مصروفیت کی وجہ سے جلد نہ اٹھ سکی ورنہ جو کام میرے ابا جان رسولِ خدا ہوتے ہوئے اپنے دستِ مبارک سے کرتے ہیں انھیں کرنے میں سبکی کیسے محسوس کرسکتی ہوں۔

حضرت علیؓ ان کا جواب سن کر متبسم ہوگئے اور کوٹھڑی کے اندر چلے گئے۔

حضرت فاطمہؓ کے یہی اوصاف و خصائل تھے کہ ان کی وفات کے بعد جب کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ فاطمہؓ کا حسنِ معاشرت کیسا تھا تو وہ آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا:

''فاطمہ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھی، جس کے مرجھانے کے باوجود اس کی خوشبو سے اب تک میرا دماغ معطر ہے۔ اس نے اپنی زندگی میں مجھے کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔'' ○○

سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

ڈاکٹر تابش مہدی

نازشِ کونین، فخرِ زندگی ہیں فاطمہؓ
تاج دارِ انبیاؑ کی لاڈلی ہیں فاطمہؓ

مادرِ حسنینؓ کی صورت میں عالم کے لیے
شاہ راہِ زندگی کی روشنی ہیں فاطمہؓ

جن کو آقاؐ نے دیا خاتونِ جنت کا لقب
ہاں وہی ہیں، ہاں وہی ہیں، ہاں وہی ہیں فاطمہؓ

ہے ہماری سوچ سے آگے بہت ان کا مقام
یہ شرف کچھ کم نہیں بنتِ نبیؐ ہیں فاطمہؓ

ان سے راضی ہے خدا اور ان سے آقاؐ بھی ہیں خوش
ہر دلِ مومن میں بھی بیٹھی ہوئی ہیں فاطمہؓ

زوجۂ شیرِ خداؓ ہیں، بات اتنی ہی نہیں
مومنو! شہزادیٔ فردوس بھی ہیں فاطمہؓ

حضرتِ صدیقؓ کی، فاروقؓ کی، عثمانؓ کی
قدر دانِ خدمتِ اسلام بھی ہیں فاطمہؓ

فاطمہ زہرا کا ہر اسوہ ہے جزِ ایمان کا
تابشِ مہدی! متاعِ آگہی ہیں فاطمہؓ

مسند فاطمہ زہراءؓ۔ایک مطالعہ

شاہ اجمل فاروق ندوی
(نئی دہلی)

جگر گوشۂ رسول، ام الحسنین، سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا (۱۸ق ھ۔۱۱ھ/ ۶۰۴م۔۶۳۲م) کی عظمت کے متعدد پہلو ہیں۔ ہشت پہلو نگینے کی تعبیر آج کل بہت کثرت سے استعمال کی جانے لگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تعبیر حضرت فاطمہؓ پر جتنی بجتی ہے، اتنی کم لوگوں پر بجتی ہے۔ غور کیا جائے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ایک بی بی کو کیسی کیسی عظمتیں عطا فرمادی تھیں۔ فخر موجوداتﷺ کی چہیتی صاحب زادی ہونے کا شرف۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنھا کی بیٹی ہونے کا اعزاز۔ امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیاری بیوی ہونے کا امتیاز۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنھما کی ماں ہونے کا فخر۔ غرض یہ کہ اس ایک ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے متعدد ایسی خوبیاں جمع فرمادی تھیں، جن میں سے صرف ایک وصف بھی کسی کو حاصل ہو جائے تو تا قیامت اس کی نسلیں فخر سے سر اونچا کیے رہیں۔

علمی انفرادیت

حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کو مذکورہ شخصی اوصاف کے ساتھ یہ امتیاز بھی عطا فرمایا گیا تھا کہ وہ علوم نبوت کو عام کرنے کا ذریعہ بھی ثابت ہوئیں۔ جس طرح ازواج مطہراتؓ میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے قافلہ علم نبویؐ کو بے شمار زادِ راہ فراہم ہوا، اسی طرح بنات طاہراتؓ میں سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا اس حیثیت سے سب سے ممتاز ہیں کہ آپ کو مختلف حیثیتوں سے علم کے شجر طوبیٰ کو تقویت پہنچانے کا موقع ملا۔

علمی کارناموں کی قلت کی وجہ

جب سورج ڈوبتا ہے، تبھی چاند ستارے چمکتے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ کے رسولﷺ کا ظاہری وجود دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو تمام صحابہ کرام کے اصل کمالات سامنے آئے۔ کیوں کہ آپ کی زندگی میں کسی کو مسند علم سجانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو کچھ تھی، آپ ﷺ ہی کی ذات تھی۔ آپ کی زبان مبارک سے جو فرمان جاری ہو گیا، وہی قانون بن گیا۔ لیکن آپ کے بعد مختلف علاقوں میں صحابۂ کرام نے علم کی درس گاہیں سجائیں اور آفتاب نبوتؐ سے حاصل کیے گئے نور کو پوری شان سے عام کیا۔ ازواجِ مطہرات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تقریباً نصف صدی تک بے مثال علمی خدمت انجام دی۔ بناتِ طاہرات میں

کچھ اسی انداز کا کارنامہ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے انجام پا سکتا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے صرف چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے دنیا سے منہ موڑ لیا۔گویا ابھی اپنے علوم سے دنیا کو فیض یاب کرنے کا وقت شروع ہوتے ہی آپ اس دنیا سے رخصت ہوگئیں۔اس کے باوجود مسند فاطمہ کی شکل میں جو ذخیرہ ہمارے پاس ہے، وہ بھی علمی لحاظ سے نہایت وقیع اور قیمتی ہے۔معلوم نہیں ہمارے علمی حلقوں میں اس مجموعے کی طرف خاطر خواہ توجہ کیوں نہیں کی جا سکی؟ یہ صرف مسند فاطمہ کا معاملہ نہیں ہے،مسند عائشہ اور صحابہ کرام،تابعین اور دیگر بزرگوں کی مسانید کا معاملہ بھی یہی ہے۔

پراسرار ''مصحفِ فاطمہ''

شیعہ حضرات کے ہاں حضرت فاطمہ نبیوں کی طرح معصوم ہیں۔اُن کے عقیدے کے مطابق حضرت فاطمہ کے شوہر حضرت علی مرتضٰی اور اُن کی اولاد میں سے بارہ امام بھی نبیوں کی طرح معصوم ہیں۔ بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق یہ مبارک ہستیاں تمام انبیاء و رُسل سے بھی افضل ہیں۔اس لیے ان لوگوں نے حضرت فاطمہ کی علمی خزانے کی محدودیت کی عجیب وغریب تاویلات کی ہیں۔حد تو یہ ہے کہ انھوں نے ''مصحف فاطمہ'' کے نام سے ایک کتاب بھی گھڑ لی ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بی بی فاطمہ نے مصحف فاطمہ لکھی ہے۔اس میں قیامت تک آنے والے تمام شیعوں کے نام،شیعوں کے مخالفین کے نام اور بہت سے احکام ومسائل موجود ہیں۔لیکن یہ کتاب نہ کہیں ملتی ہے اور نہ کسی نے دیکھی ہے۔کیوں کہ یہ کتاب صرف بارہ امام پڑھتے ہیں۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس طرح کی بہکی بہکی باتوں کے ذریعے حضرت فاطمہؓ کی شخصیت اور آپ کا علم وفضل ایک پراسرار چیز بن کر رہ جاتا ہے۔اس طرح کی حماقتوں کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔سیدۂ کائنات کی ذاتِ گرامی اس طرح کی نادانیوں سے پاک ہے۔اُن کے علم وفضل کو سمجھنے کے لیے ہمیں کسی پراسرار کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔مصحفِ فاطمہ کے بارے میں ابتدائی معلومات حاصل کرنے کے لیے وکی پیڈیا کا مقالہ دیکھا جا سکتا ہے۔

مسانید کی اہمیت

محدثین کی اصطلاح میں مسند ایسی کتاب کو کہتے ہیں،جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع کر دی جائیں۔مثال کے طور پر حضرت ابوہریرہ کی جتنی حدیثیں ایک راوی کو پہنچی ہوں، وہ ان کو موضوعات کے لحاظ سے تقسیم کرنے کے بہ جائے حضرت ابوہریرہ کے عنوان کے تحت ایک ساتھ جمع کر دے۔مسند حمیدی،مسند طیالسی اور مسند احمد میں اس منہج کو دیکھا جا سکتا ہے۔

بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسند ایک غیر مرتب کتاب ہوتی ہے۔حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مسند ایک ایسی منظم اور مرتب کتاب ہوتی ہے،جس کا محور کسی صحابی کی ذات گرامی ہوتی ہے۔متعلقہ صحابی کے مدار کے چاروں طرف گردش کرنے والی سیکڑوں روایات بہت گہرے معانی پیدا کرتی ہیں۔حدیث کے دوسرے مجموعوں اور مسانید میں یہی فرق ہوتا ہے کہ دوسرے مجموعوں میں مختلف صحابہ سے مروی احادیث ایک موضوع کے تحت مرتب کر دی جاتی ہیں، جب کہ مسانید میں مختلف موضوعات کی حدیثیں ایک صحابی کے نام کے تحت منظم کی جاتی ہیں۔

اس کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ قاری کو علومِ صحابہ سے زیادہ واقفیت کا موقع ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ''کتاب الطہارۃ'' کے عنوان سے مختلف صحابہ کرام سے مروی دس حدیثیں کسی کتاب میں پڑھنے کے بعد ہماری پوری توجہ اس بات پر صرف ہوتی ہے کہ ان سب میں سے زیادہ مضبوط قول یا مفتی بہ اور معمولی بہ قول کون سا ہے؟ لیکن جب یہ دس حدیثیں الگ الگ صحابہ سے منسوب مسانید میں آتی ہیں تو پوری توجہ اس صحابی کے اسم گرامی اور اس کے منہج کی طرف رہتی ہے کہ طہارت کے فلاں مسئلے پر فلاں صحابی کا یہ قول ہے اور فلاں صحابی کا یہ عمل ہے۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صحابی کا کوئی قول یا عمل نقل کر کے راوی اس صحابی کے متعلق اپنا مشاہدہ یا کوئی اور تبصرہ نقل کر دیتا ہے۔ اس عمل سے مسانید کی منہجی اور علمی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ اس لیے علمائے کرام کو اپنے نظام ہائے تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد تمام مسانید کے بالاستیعاب مطالعے کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے۔ علم و فضل کے ایسے بے شمار لعل و گہر جو جوامع اور سنن و مصنفات میں نہیں ملتے، وہ ہمیں مسانید میں مل جاتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مسانید کے ذریعے سے ہمیں علومِ صحابہ کے روبہ رو ہونے کا موقع ملتا ہے۔

مسند فاطمہ کے مؤلف

علمی دنیا میں امام ابوالفضل جلال الدین سیوطی کا اسم گرامی سکۂ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے۔ وہ ۸۴۹ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۹۱۱ ہجری میں وفات پائی۔ شمسی کلینڈر کے لحاظ سے وہ ۱۴۴۵ عیسوی میں پیدا ہوئے ۱۵۰۵ عیسوی میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ وہ ایک محدث، مؤرخ، حکیم، شارح اور ادیب کی حیثیت سے معروف ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب پر مشتمل ان کی کتاب ''الثغور الباسمة في مناقب السيدة فاطمة'' بھی معروف ہے۔ کچھ عرصے پہلے اس کتاب کو ڈاکٹر عبدالحکیم الانیس نے نئے انداز میں ایڈٹ کر کے دائرۃ الشؤون الاسلامیۃ، دبئی سے شائع کیا ہے۔ امام سیوطی کے مقدر میں مسند فاطمہ کی ترتیب کا شرف بھی لکھا تھا۔ اس وقت ہمارے سامنے مسند فاطمہ کا جو نسخہ ہے، وہ ۱۹۹۳ میں مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، بیروت سے شائع ہوا ہے۔ اپنے اس مطالعے میں اسی نسخے کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

مسند فاطمہ کا منہج

امام سیوطی نے مسند فاطمہ کی ترتیب میں دیگر مسانید کی طرح موضوعاتی ترتیب کی رعایت نہیں کی ہے۔ اس میں ۲۸۴/ روایات ہیں۔ کتاب کے آغاز میں ''الروايات المتعلقة بسيدة نساء العالمين فاطمة الزهراء خاتمة بنات سيد العالمين عليه و عليها و بعلها و ولدها و سائر أهل بيتها صلوات رب العالمين'' جلی حرفوں میں لکھا گیا ہے۔ اس میں استعمال کیے گئے لفظ المتعلقة سے کتاب کے منہج کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ امام سیوطی نے اس میں دو انداز کی احادیث جمع کی ہیں۔

الف: وہ حدیثیں، جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ ہیں۔

ب: وہ حدیثیں جن کے رواۃ تو دوسرے ہیں، لیکن ان روایات میں کسی نہ کسی انداز سے سیدۂ کائنات کا ذکر موجود ہے۔

احادیث مسند کا مرتبہ

امام سیوطی نے مسند کے آغاز میں کوئی مقدمہ نہیں لکھا ہے۔ اس لیے روایات مسند کے مصادر و مآخذ کی بحث بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ امام سیوطی نے بعض احادیث کو عنعنہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور بعض کا متن بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ پوری کتاب میں کوئی ایک روایت بھی اپنی مکمل سند کے ساتھ یا کم سے کم دو تین طبقات کے تذکرے کے ساتھ بیان نہیں کی گئی ہے۔

ایک پریشانی یہ بھی ہے کہ کہیں حدیث یا راوی کی قوت وضعف کا حکم تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، کہیں اشاروں میں ذکر کیا گیا ہے اور کہیں ذکر ہی نہیں کیا گیا ہے۔ ان میں سے آخر الذکر کی تعداد غالب ہے۔ اس وجہ سے مسند کی احادیث کے مآخذ کے متعلق کوئی حتمی بات کہنا بہت مشکل ہے۔

اس مسئلے میں یہ رائے بھی قائم کی جا سکتی ہے کہ امام سیوطی نے بی بی فاطمہ کے متعلق وہ روایات جمع نہیں کی ہیں، جو انھیں متفرق طور پر یا مستقل مسند کی شکل میں پہنچی ہوں، بل کہ امام سیوطی نے حدیث کے موجود ذخائر سے بی بی فاطمہ کے متعلق احادیث نکال کر ایک مسند کی شکل میں جمع کر دیا۔ اس طرح مسند فاطمہ دسویں صدی ہجری میں ترتیب دی گئی کتاب ثابت ہوتی ہے۔ یہ رائے تسلیم کر کے بہت سارے اختلافی مباحث کو بہ آسانی ختم کیا جا سکتا ہے۔

مسند کے مراجع

مسند فاطمہ میں جن کتابوں سے اخذ کردہ احادیث ہیں، ان کے نام یہ ہیں:

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد، مسند ابی یعلی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دار قطنی، سنن عبد ابن منصور، سنن کبریٰ بیہقی، شعب الایمان بیہقی، المعجم الکبیر طبرانی، المعجم الأوسط طبرانی، جامع عبد الرزاق، مسند الفردوس دیلمی، حلیۃ الأولیاء ابو نُعیم، الضعفاء عقیلی، التاریخ خطیب بغدادی، الکامل ابن عدی، جامع ترمذی۔

احادیث مسند کے موضوعات

مسند فاطمہ کی روایات پر ایک نظر ڈالنے سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ مسند فاطمہ میں کس کس نوعیت کے مضامین موجود ہیں۔ مجموعی طور پر ہم مسند کے مضامین کو دو قسموں میں بانٹ سکتے ہیں:

الف: تاریخ

ب: تعلیمات

اب ان دونوں مرکزی مضامین کی چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

(الف) تاریخی روایات:

مسند کی پہلی روایت ہے:

عن أبي ثعلبة الخشني رضي الله عنه قال: قدم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في غزاة له فدخل المسجد فصلى فيه ركعتين۔ وكان يعجبه إذا قدم من سفر أن يدخل المسجد فيصلي فيه ركعتين،(ثم) يثني بفاطمة ثم يأتي أزواجه، فقدم من سفره مرة فأتى فاطمة فبدأ بها قبل بيوت أزواجه، فاستقبلته على باب بيت فاطمة فجعلت تقبل وجهه۔ وفي لفظ: فاه۔ وعينيه وتبكي، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: ما يبكيك (يابنية)؟ قالت: أراك يارسول الله؟ قد شحب لونك واخلولقت ثيابك! فقال لها رسول

الله صلى الله عليه وآله وسلم: يا فاطمة لا تبكي فإن الله بعث أباك على أمر لا يبقى على ظهر الأرض بيت مدر ولا وبر لا شعر إلا أدخله الله به عزاً أو ذلًا حتى يبلغ حيث بلغ الليل۔

اس حدیث میں بیک وقت متعدد تاریخی بیانات جمع ہو گئے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا جنگ سے واپسی پر سب سے پہلے مسجد تشریف لے جانا۔ مسجد کے بعد بی بی فاطمہ کے گھر تشریف لے جانا۔ اس کے بعد ازواج مطہرات سے ملاقات فرمانا۔ حضرت فاطمہ کا اپنے والد کی چندروزہ جدائی میں بھی بے قرار ہو جانا۔ بیٹی کا اپنے والد کی پیشانی کو بوسہ دینا۔ رسول کریم ﷺ کا شاہانہ وامیرانہ وضع قطع سے دور رہنا اور ایک عام فوجی کی طرح ہلکا پھلکا لباس زیب تن فرمانا۔ اللہ کے رسول ﷺ کا بے پناہ عزم وحوصلہ اور ناقابل تسخیر صبر وثبات کا مظاہرہ کرنا۔ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کے پہنچنے اور دنیا پر چھا جانے کی بشارت دینا۔ یہ وہ بڑے موضوعات ہیں، جو اس ایک روایت پر پہلی نظر ڈال کر بھی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ گویا اس ایک روایت میں رسول کریم ﷺ کی گھریلو زندگی، بیرونی زندگی، اسلامی جدوجہد اور اسلام کے مستقبل کے متعلق اہم تاریخی اشارات جمع ہو گئے ہیں۔

یہ روایت کتب تسعہ میں سے کسی میں موجود نہیں ہے، بل کہ یہ الفاظ طبرانی، حلیۃ الأولیاء اور مستدرک حاکم میں وارد ہوئے ہیں۔

اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر کی تلقین والا واقعہ بھی معروف ہے۔ مسند فاطمہ میں اسی سے ملتا جلتا واقعہ مذکور ہے:

عن سويد بن غفلة رضي الله عنه قال: أصابت علياً خصاصة فقال لفاطمة: لو أتيت النبي صلى الله عليه وآله وسلم فسألته: فأتته۔ وكانت عنده أم أيمن۔ فدقت الباب فقال النبي صلى الله عليه وسلم لأم أيمن: إن هذا لدق فاطمة ولقد أتتنا في ساعة ما عودتنا أن تأتينا في مثلها (فقومي فافتحي لها الباب! ففتحت لها الباب فقالت: يا فاطمة لقد أتيتنا في ساعة ماعودتنا أن تأتينا في مثل هذا) فقالت: يا رسول الله! هذه الملائكة طعامها التهليل والتسبيح والتحميد ما طعامنا؟ قال: والذي بعثني بالحق ما اقتبس في بيت آل محمد منذ ثلاثين يوماً ولقد أتتنا أعنز فإن شئت أمرنا لك بخمسة أعنز وإن شئت علمتك خمس كلمات علمنيهن جبريل! فقالت بل علمني الخمس كلمات التي علمكهن جبريل، قال: قولي يا أوّل الأوّلين ويا آخر الآخرين ويا ذا القوة المتين ويا راحم المساكين و يا أرحم الراحمين، فانصرفت فدخلت على عليّ فقال: ماوراء ك؟ فقالت: ذهبت من عندك للدنيا وأتيتك بالآخرة۔ فقال: خير أيامك (أبوالشيخ في جزء من حديثه)، ولم أرفي رجاله من جرح إلا أن صورته صورة المرسل، فإن كان سويد سمعه من عليّ رضي الله عنه فهو متصل۔

اس روایت سے اللہ کے رسول ﷺ کے دل میں بی بی فاطمہ کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ دروازہ کھٹکھٹانے کے انداز سے ہی سمجھ گئے تھے کہ آپ کی پیاری بیٹی ملنے آئی ہے۔

اسی طرح حضرت فاطمہ کی حیات مبارکہ میں ملنے جلنے کے آداب کا پاس ولحاظ بھی معلوم ہوتا ہے۔ فرشتوں کی ہیئت وحقیقت کے متعلق اہم نکتے کا سراغ ملتا ہے۔ رسول کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی دنیاوی حالت کا علم ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ہر حال میں آخرت کو ترجیح دینے اور رضائے الٰہی کو مقصود اصل بنانے کے بے مثال جذبے سے بھی واقفیت ہوتی ہے۔

ان دونوں احادیث سے جو اہم تاریخی نکات حاصل ہوتے ہیں، وہ ہمیں دوسری کتب حدیث میں اس وضاحت کے ساتھ مشکل ہی سے نظر آتے ہیں۔ اس طرح کے تاریخی اشارات مسند فاطمہ میں کثرت کے ساتھ ملتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت فاطمہ حضور کی وہ صاحب زادی ہیں، جن کے ذریعے سے ہمیں رسول کریم ﷺ کے گھر اور بالخصوص آپ کی صاحب زادیوں اور دیگر خونی رشتوں کے احوال کا سب سے زیادہ علم ہوتا ہے۔ اس لیے ان تاریخی روایات کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

ممکن ہے کہ ان میں کوئی بات ہمیں کسی دوسرے حوالے سے بھی مل جائے، لیکن بی بی فاطمہ جیسی چہیتی بیٹی کے ذریعے وہی معلومات جب ہم تک پہنچتی ہے تو اس کی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے اور اس کے ساتھ ایسے قیمتی اشارات آجاتے ہیں، جو ہمیں دوسری جگہ نہیں مل سکتے۔ تاریخی نوعیت کی ان حدیثوں میں وہ تمام احادیث بھی شامل ہیں، جو مناقب سے متعلق ہیں۔ مناقب پر مشتمل احادیث بھی مسند میں بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔

(ب) تعلیمات

احادیث نبویہ کا اصل موضوع کردار سازی ہے۔ اس لیے احادیث پر مشتمل کسی کتاب کے متعلق یہ کہنا غیر ضروری ہوگا کہ اس میں کردار سازی کی تعلیمات بھی موجود ہیں۔ یہی معاملہ مسند فاطمہ کا بھی ہے۔ رسول کریم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات پر مشتمل روایات یہاں بھی موجود ہیں۔ ان کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ تمام احادیث سیدۂ کائنات کے اردگرد گھومتی ہیں۔ اس وجہ سے عام انسان کے لیے اثر لینے کے اعتبار سے ان کی اہمیت زیادہ ہوسکتی ہے۔

مسند فاطمہ کا نسائی پہلو اور امکانات

مسند فاطمہ اور مسند عائشہ جیسی کتابوں کا ایک نہایت روشن پہلو یہ بھی ہے کہ وہ خواتین سے منسوب علمی ذخیرے ہیں۔ فطری کشش کی وجہ سے خواتین امت کے لیے جو افادیت ان کتابوں میں ہوسکتی ہے، وہ دوسری کتابوں میں نہیں ہوسکتی۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہماری خواتین افادیت کے اس اہم موقعے سے محروم ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان کتابوں سے عمومی بے توجہی ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عظیم خواتین کے ان مجموعوں کو عوامی لحاظ سے بھی تیار کیا جاتا اور گھر گھر عام کر دیا جاتا۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو کم از کم خواتین کے دینی مدارس میں درس وتدریس کے لیے ان کتابوں کو ضرور رواج دینا چاہیے۔ تاکہ ان کتابوں کے نسائی پہلو کو ابھار کر عالمات کے درمیان انھیں رواج دیا جاسکے۔ اس سے ان کتابوں کی خدمت بھی ہوسکے گی اور مسلم خواتین کو عظیم سرمائے سے روبہ رو ہونے کا موقع بھی مل سکے گا۔ OO

جناب فاطمہؓ وعائشہؓ میں فرق اتنا ہے
جو یہ جنت کی شہزادی تو وہ فردوس کی رانی

کیا رسول اکرم کی صرف ایک صاحب زادی تھیں؟

عمران احمد ریاض الدین سلفی
(داعی و مبلغ اسلامک دعوہ سنٹر طائف)

اللہ رب العزت نے نبی کریمؐ کو بیٹے اور بیٹیوں کی نعمت عطا کی آپ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں جن کے نام ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

نبیؐ کی ساری کی ساری اولاد خدیجہؓ سے پیدا ہوئیں سوائے ابراہیم کے جو ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے۔ ماریہ قبطیہ اسکندریہ کے بادشاہ اور قبطیوں کیبڑے کی طرف سے نبیؐ کو بطور ہدیہ پیش کی گئی تھیں۔

بیٹے :

۱- قاسمؓ ۲- عبداللہؓ ۳- ابراہیمؓ

بیٹیاں :

۱- زینبؓ ۲- رقیہؓ ۳- ام کلثومؓ ۴- فاطمہؓ

یہ بات صحیح ہے کہ اسلامی تاریخ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کثرت سے ذکر ملتا ہے، بہ نسبت دوسری بیٹیوں کے آخر ایسا کیوں؟

دراصل مسئلہ یہ ہے کہ صحیح اسلامی تاریخ اور سیرت کی معتبر کتب میں آپؐ کی ساری اولاد کا ذکر موجود ہے بل کہ جس سے متعلق جو حالات اور واقعات ہیں سب کا مکمل تذکرہ موجود ہے۔

بہت بعد کے زمانہ میں جو تاریخ کی کتابیں یا اہل بیت کے تعارف میں جو کچھ بھی لکھا گیا، اس کو پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ شاید اللہ کے رسولؐ کی کوئی دوسری اولاد نہیں تھیں۔ یہ اہل تشیع اور روافض کی کارستانیاں ہیں۔ انھوں نے ہی اپنی کتابوں میں صرف اور صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا اور بقیہ کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا۔

اس کے پیچھے ان کے دنیوی اور سیاسی مقاصد کارفرما ہیں، یہ تاریخ اسلام کی شباہت بگاڑ کر اپنے پلید مقاصد کو پائے تکمیل تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان روافض کی اس کارستانی سے اثر یہ ہوا کہ اہل سنت والجماعت کے مؤرخین کے لکھے ہوئے چھوٹے چھوٹے رسائل اور کتابچوں میں قریب قریب یہی اثرات مرتب ہو گئے۔ عوام تو صحیح اور معتبر تاریخی مراجع ومصادر کی طرف رجوع نہیں کرتی، ان کا اعتماد یہی چھوٹے رسائل، افسانوی قصے کہانیاں اور غیر معتبر کتابوں پر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہی ذکر زیادہ سے زیادہ ملتا ہے۔ ہم ذیل میں آپؐ کی چاروں بیٹیوں کی حالات زندگی پر مختصر روشنی ڈالنے کے بعد اہل تشیع اور روافض کی کچھ اہم کتابوں کا حوالہ بھی پیش کریں گے تا کہ عوام اور خواص کے درمیان طول پکڑتے اس امر کی وضاحت ہو جائے۔

زینب رضی اللہ عنہا

آپؐ کی سب سے بڑی صاحب زادی ہیں۔ نبی اکرمؐ کی عمر

جب ۳۰ سال کی تھی، یہ پیدا ہوئیں۔ ان کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے دو بچے علی رضی اللہ عنہ اور امامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ کافی دنوں تک مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہیں۔ جب اسلام نے مشرکین کے ساتھ نکاح کرنے کو حرام قرار دیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے اپنے والد کے پاس جانے کی خواہش ظاہر کی کیوں کہ وہ اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے۔ چناں چہ حضرت زینب ؓ کافی تکلیفوں اور پریشانیوں سے گزر کر مدینہ منورہ اپنے والد کے پاس پہنچیں۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ بھی ایمان لے آئے تو آپؐ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کر دیا لیکن مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا صرف ۷ یا ۸ ماہ ہی باحیات رہیں اور ۳۰ سال کی عمر میں ۸/ ہجری میں انتقال فرما گئیں۔

رقیہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کی دوسری صاحب زادی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی عمر جب ۳۳ سال کی تھی، یہ پیدا ہوئیں۔ اسلام سے پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ جب ''تبت یدا'' نازل ہوئی تو باپ کے کہنے پر عتبہ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ پھر ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا، جو بچپن میں ہی انتقال کر گیا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۲/ ہجری میں انتقال فرما گئیں۔ انتقال کے وقت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۲۰/سال تھی۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کی تیسری صاحب زادی ہیں۔ اسلام سے پہلے ان کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کے ساتھ ہوا تھا۔ جب ''سورہ تبت یدا'' نازل ہوئی تو ابولہب کے کہنے پر اس کے بیٹے نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد، ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ۹/ہجری میں انتقال فرما گئیں، انتقال کے وقت حضرت ام کلثومؓ کی عمر تقریباً ۲۵/سال تھی۔ حضرت ام کلثومؓ کے انتقال کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس کوئی دوسری لڑکی (غیر شادی شدہ) ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیتا۔

فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی ہیں۔ آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی عمر جب ۳۵ یا ۴۱/سال تھی، یہ پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے ساتھ ہوا۔ سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کی تسبیحات، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دن بھر کی تھکان کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے انتقال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ۲۳ یا ۲۹/سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔

ذیل کے سطور میں ہم اہل تشیع اور روافض کی کتابوں سے حوالہ پیش کر رہے ہیں، جس سے روافض کی غلط بیانی کی نشان دہی ہو جائے گی کہ خود ان کے گھر کی معتبر کتابیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کی کل چار بیٹیاں تھیں۔

شیعہ مذہب کی بنیادی کتابیں چار ہیں، جنھیں ''صحاح اربعہ'' کہا جاتا ہے:

۱: اصول کافی

۲: من لا یحضر الفقیۃ

۳: تھذیب الأحکام

نمبر۴: الاستبصار

اصول کافی کا حوالہ

ان چار میں سے سب سے زیادہ اہمیت ''اصول کافی'' کو دی جاتی ہے۔ اس کتاب کو لکھنے والے معروف شیعہ عالم ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی ہیں۔ کلینی ۳۲۹ھ میں فوت ہوئے۔ محمد بن یعقوب کلینی نے اس کتاب کی ''کتاب الحجہ، باب مولد النبیؐ'' میں ذکر کیا ہے کہ ''وتزوج الخدجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولده منُ اقبل مبعثُ القاسم و رقية و زينب و ام كلثوم و ولده بعد المبعث الطيب و الطاهر و فاطمة عليها السلام'' (اصول کافی ص ۴۳۹ طبع بازار سلطانی تہران۔ ایران)

ترجمہ: یعنی نبی اکرم ﷺ نے خدیجہ کے ساتھ نکاح کیا، اس وقت آں حضرت ﷺ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی۔ پھر خدیجہ سے جناب کی اولاد بعثت سے پہلے جو پیدا ہوئی وہ یہ ہے: قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم اور بعثت کے بعد آپؐ کی اولاد طیب، طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔

قارئین کرام! اصول کافی جو اصول اربعہ کی نمبر ا رکتاب ہے، اس نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا کہ رسالت مآبؐ کی چار صاحب زادیاں ہیں اور چاروں صاحب زادیاں حضرت خدیجہ الکبری سے متولد ہیں اور پھر اصول کافی کے تمام تر شارحین نے اس کی تشریح اور توضیح عمدہ طریقے پر کر دی ہے، مثلاً ''مرآۃ العقول شرح اصول'' جو باقر مجلسی نے لکھی ہے اور ''الصافی شرح کافی'' ملا خلیل قزوینی نے لکھی ہے، انھوں نے اس روایت کو بالکل درست کہا ہے۔ آج چودھویں صدی کے شیعہ علماء اپنے عوام کو بدھو بنانے کے غرض سے یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے، مگر آج تک شیعہ برادری ضعف روایت کی معقول وجہ پیش نہیں کر سکی اور نہ قیامت تک کر سکتی ہے۔

قرب الاسناد کا حوالہ

اب شیعہ مذہب کی دوسری کتاب کا حوالہ ملاحظہ ہو۔ مشہور شیعہ عالم ابو العباس عبدا بن جعفری الحمیر ی اپنی کتاب ''قرب الاسناد'' میں لکھتے ہیں: " ولد لرسول الله من خديجة القاسم و الطاهر و ام كلثوم و رقية و فاطمة و زينب و تزوج على عليه السلام فاطمة عليها السلام وتزوج بن الربيع وهو من بنى أمية زينب و تزوج عثمان بن عفان ام كلثوم و لم يدخل بها حتى ماتت و زوجه رسول الله مكانها رقية " (قرب الاسناد لابی العباس)

ترجمہ: حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی: القاسم، الطاہر، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور زینب۔ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی علی علیہ السلام سے شادی کی اور نبو امیہ کے ابو العاص بن ربیع نے زینب کے ساتھ شادی کی اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا، ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں۔ پھر رسول اللہ نے اس کی جگہ رقیہ کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

قارئین کرام! اس روایت نے مسئلہ ہذا کو مزید واضح کر دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حقیقی بیٹیاں چار ہی تھیں اور چاروں خدیجۃ الکبری کے بطن سے پیدا ہوئیں اور یہ اس کتاب کا حوالہ ہے، جس کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ میں جواب طلب مسئلہ ایک چٹھی پر لکھ کر درخت کی کھوہ میں رکھ دیتا تھا۔ دو دن کے بعد جب جا کر دیکھتا تو اس پر امام غائب (شیعوں کے امام مہدی) کی مہر لگی ہوتی تھی، چناں چہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کا اصل نام ''قرب الاسناد الی صاحب الامر'' ہے۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۴۵)

لیجیے! اب تو اس مسئلہ پر امام مہدی (جو شیعہ عقائد کے مطابق روپوش ہیں اور قرب قیامت میں ظاہر ہوں گے)، اس کی مہر لگ گئی ہے، نیز اسی کتاب کی اس روایت کو شیعہ مجتہدین نے اپنی اپنی تصانیف میں بہ طور تائید نقل کیا ہے، مثلاً باقر مجلسی نے حیات القلوب، جلد نمبر ۲، ص ۷۱۸ میں اور عباس قمی نے منتھی الآمال، جلد نمبر ۱، ص ۱۰۸ میں اور عبدا مامقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں تائیداً ذکر کیا ہے۔ اب شیعہ حضرات خود فیصلہ صادر فرمائیں کہ ان کے سابق اکابر حضرات حق پر تھے، یا یہ آج کل کے مجلس خوان ذاکر؟

کتاب الخصال کا حوالہ

شیعہ مذہب کے نہایت قابل اعتماد عالم شیخ صدوق ابن بابویہ قمی نے اپنی مایہ ناز کتاب ''کتاب الخصال'' کے اندر متعدد بار اس مسئلے کو اٹھایا ہے، چنانچہ ایک مقام پر قول نبیؐ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**ان خديجة رحميای و لدت منی طاهر وو عبدالله و المطر و ولدت منی القاسم وفاطمة ورقية وام كلثوم وزينب** ". (کتاب الخصال للصدوق ۳۷۵)

ترجمہ: (رسول اللہ نے فرمایا) اللہ تعالی خدیجہ پر رحم فرمائے کہ اس کے بطن سے میری اولاد ہوئی، طاہر جس کو عبد اللہ کہتے ہیں اور وہی مطہر ہے اور خدیجہ سے میرے ہاں قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔

انوار نعمانیه کا حواله

گیارہویں صدی ہجری کے شیعوں کے جلیل القدر محدث سید نعمت اللہ الجزائری اپنی معرف کتاب ''انوار النعمانیۃ'' میں ذکر کرتے ہیں:

" انما ولدت لی ابنان و أربع بنات زينب و رقية و ام كلثوم و فاطمة۔"

ترجمہ: حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا سے نبی اقدسؐ کے ہاں دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں۔ ایک زینب، دوسری رقیہ، تیسری ام کلثوم اور چوتھے نمبر پر فاطمہ۔

منتهی الآمال کا حواله

شیخ عباس قمی چودہویں صدی کے مجتہد شیعہ ہیں۔ انھوں نے اپنی کتاب ''منتهی الآمال '' میں لکھا ہے کہ "از حضرت صادق عليه السلام شده است برائے رسول خدا از خديجة متولد شده طاهر و قاسم و فاطمه و ام كلثوم و رقيه و زينب۔" ترجمہ: حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ سے رسول خداؐ کی یہ اولاد متولد ہوئی: طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ اور زینب۔ آگے لکھتے ہیں: "تزویج نمود فاطمه را بحضرت اميرالمومنين عليه السلام و زينب را بابى العاص بن ربيع از بنى اميه بود و ام كلثوم را

بعثمان بن عفان۔ "(منتھی الآمال للشیخ عباس فارسی طبع تہران)

ترجمہ: فاطمہ کی شادی علی علیہ السلام کے ساتھ ہوئی، زینب کا ابوالعاص کے ساتھ نکاح ہوا جو بنوامیہ میں سے تھے اور ام کلثوم کا عثمان ابن عفان سے نکاح ہوا، جب ان کی وفات ہوئی تو رقیہ کی تزویج بھی عثمان سے کردی۔

حیات القلوب کا حوالہ

قارئین کرام! نبی اکرم ﷺ کی چار صاحب زادیاں ہیں اور آج تک علی التواتر شیعہ مذہب کی امہات الکتب میں ان چاروں کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔ شیعہ مذہب کے ایک اور تبحر عالم اور مجتہد ملا باقر مجلسی اصفہانی اپنی کتاب حیات القلوب میں لکھتے ہیں:

"پس اول فرزندکہ از برائے او بہم رسید عبداللہ بود کہ اور بعبد اللہ وطیب طاہر ملقب ساختند و بعد از قاسم متولد شد و بعضے گفتہ کہ قاسم از عبداللہ بزرگ تو بود چہار دختر از برائے حضرت آورد زینب و رقیہ و ام کلثوم و فاطمہ۔" (حیات القلوب، ج ۲، ص ۷۱۸، طبع لکھنو)

ترجمہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جناب رسول کریم ﷺ کے ہاں پہلے فرزند عبداللہ پیدا ہوئے جس کو طیب اور طاہر کے ساتھ بھی ملقب کیا جاتا ہے اور اس کے بعد قاسم متولد ہوئے اور بعض علماء کہتے ہیں قاسم عبداللہ سے بڑے تھے اور چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں زینب رقیہ ام کلثوم اور فاطمہ۔

قارئین کرام پر واضح ہو گیا کہ ملا باقر مجلسی نے بھی اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے صاف اقرار کیا کہ صاحب زادیاں چار ہی تھیں اور یہ باقر مجلسی وہ ہیں، جن کے متعلق خود خمینی نے لکھا کہ ''کتابہائی فارسی را کہ مرحوم مجلسی برائی مردم پارسی زبان نوشتہ نجوائید۔'' (کشف الاسرار)

ترجمہ: وہ فارسی کتب جو مرحوم باقر مجلسی نے اہل فارس کے لیے لکھی ہیں، انھیں پڑھو۔

تاریخ یعقوبی کا حوالہ

شیعہ مذہب کے قدیم مورخ یعقوبی جو تیسری صدی ہجری میں گذرے ہیں، وہ تاریخ یعقوبی میں رقم طراز ہیں: "و تزوج رسول الله خديجة بنت خويلد ولى خمس وعشرون سنة و قيل تزوجها ولها ثلاثون سنة و ولدت لها قبل ان يبعث القاسم و رقية و زينب و ام كلثوم و بعد ما بعث عبدالله و الطيب وطاهر ولد فى الاسلام وفاطمة"۔

(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۰)

ترجمہ: جس وقت حضور اکرم ؐ نے خدیجہ الکبری سے رشتۂ زوجیت قائم فرمایا تو آپ کی عمر مبارک ۲۵ / یا بعض کے مطابق ۳۰ / سال تھی اور بعثت سے پہلے نبی اقدس کی جو اولاد پیدا ہوئیں وہ قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم تھی۔ آپ کی بعثت کے بعد عبداللہ جو دور اسلام میں پیدا ہونے کی بناء پر طیب وطاہر کے نام سے مشہور تھے) اور فاطمہ رضی اللہ عنما متولد ہوئیں۔

قارئین کرام! دیگر کتابوں کی طرح اس تاریخ یعقوبی کو بھی شیعہ مذہب میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ اب ان تمام معتبر کتابوں کے حوالہ جات کے بعد آپ اس نتیجے پر ضرور پہنچیں گے کہ تمام صاحب زادیوں کا حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا سے متولد ہونا شیعہ وسنی سب کے نزدیک مسلمہ امر ہے۔ مگر آج کے شیعہ اپنی سابقہ کتب کی تکذیب پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اگر شیعہ حضرات سنجیدگی کے ساتھ غور کریں تو کم از کم اس اس مسئلے پر تو اختلاف

ختم ہوسکتا ہے، مگر ان کی ہٹ دھرمی دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ شیعہ قوم کبھی بھی اس کے لیے تیار نہیں ہوگی۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

نہج البلاغہ کا حوالہ

شیعہ مذہب کے نزدیک حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے کلام کا مشہور و مستند مجموعہ کتاب ''نہج البلاغہ'' ہے۔ حضرات علمائے شیعہ کے نزدیک یہ کتاب انتہائی معتبر ہے۔ اس کتاب میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ '' اے عثمان! آپ رسول اللہ کے طرف حضرات ابوبکر و عمر سے قرابت اور رشتے داری میں زیادہ قریب ہیں اور آپ نے نبی پاکؐ کے ساتھ دامادی کا شرف پایا ہے، جس کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نہیں پا سکے۔

نہج البلاغہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

" وانت اقرب الی رسول اللہ شیجت رحم منہ ما و قد نلت من صھر مالم ینالا الخ۔"

(نہج البلاغہ، ص ۳۰۳، جلد ۱، مطبوعہ تہران)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ کا حقیقی داماد قرار دیتے تھے۔ وہ دامادی مشہور و معروف ہے، یعنی سرکار طیبہؐ کی دو صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

ان واضح تائیدات کے باوجود بھی اگر شیعہ تین صاحب زادیوں کا انکار کریں تو یہ صرف اور صرف دروغ گوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کی کھلی تکذیب ہے۔

کشف الغمہ کا حوالہ

مشہور شیعہ عالم علی بن عیسیٰ ازبلی نے ساتویں ہجری میں ایک کتاب لکھی، جس کو شیعہ مذہب میں بڑی مقبولیت ملی۔ اس کا نام ''کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ'' ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ

"وکانت اول امراۃ تزوجھا رسول اللہ و أولادہ منھا الا ابراھیم، فانہ من ماریۃ القبطیۃ "۔

ترجمہ: خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا حضور اکرمؐ کی سب سے پہلی زوجہ تھیں جن کے ساتھ آپؐ نے شادی کی اور آں نجناب کی تمام اولاد (صاحب زادے، صاحب زادیاں) خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا ہی سے متولد ہوئیں مگر ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے متولد ہوئے۔

تنقیح المقال کا حوالہ

علماء شیعہ کے معروف عالم شیخ عبداللہ مامقانی اپنی مشہور تصنیف تنقیح المقال فی احوال الرجال میں رقم طراز ہیں:

" وولدت لہ اربع بنات ادرکن الاسلام ، و ھاجرن المدینۃ و ھن زینب و فاطمۃ و رقیۃ و أم کلثوم۔"

(تنقیح المقال، ج ۳، ص ۷۳، طبع لبنان)

ترجمہ: خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آں جناب کی چار صاحب زادیاں پیدا ہوئیں، تمام نے دور اسلام پایا اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی اور وہ زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔

یہ وہ حوالے ہیں، جو دور حاضر کے روافض کی غلط بیانی کی پول کو کھولتے ہیں اور ہدایت کے متلاشی کے لیے ایک ہی دلیل کافی ہے۔ OO

بناتِ طاہراتؓ

منظؔر عارفی (کراچی)

ماہ نامہ المؤمنات کے بناتِ طاہرات نمبر کے لیے شعراء سے بھی گزارش کی گئی تھی کہ وہ اپنی مناقب سے نوازیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ کراچی سے جناب سید منظر علی عارفی نے رسولِ کریم ﷺ کی چاروں صاحب زادیوں پر الگ الگ مناقب کہہ کر ارسال کیں۔ چاروں مناقب خوب ہیں۔ ہم ان چاروں مناقب کو مرکزی عنوان لگا کر ایک نظم طویل کی شکل میں پیش کررہے ہیں۔ ادارہ جناب سید منظر علی عارفی کا شکرگزار ہے۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

بناتِ مصطفیٰ کی مدح میں جو وقت گزرا ہے
خدا کی حمد کا فیضان ہے، نعتوں کا صدقہ ہے

محمد مصطفیٰ کی بیٹیوں کا تذکرہ کیا ہے
کلیدِ خلد ہے ، مژدہ رضائے مصطفیٰ کا ہے

رسول اللہ کی ہیں پہلی بیٹی حضرتِ زینب
فضائل والی بی بی ہیں ، فزوں تر اِن کا رُتبہ ہے

رسول اللہ کے فرزند قاسم سے یہ چھوٹی ہیں
اوراِن کی والدہ کا اسمِ نورانی خدیجہ ہے

یہ ہجرت سے کوئی تیئس برس پہلے ہوئیں پیدا
دیانت اور سمجھ داری میں اِن کی ذات یکتا ہے

رسول اللہ کی سب بیٹیوں کی طرح اِن کو بھی
شریر و کافرانِ مکہ نے از حد ستایا ہے

ابوالعاص اِن کے شوہر، اِن کے خالہ زاد بھائی تھے
صحابہ کی جماعت میں بڑا نام اُن کا گونجا ہے

رسول اللہ سے از حد محبت آپ کرتی تھیں
بہت کچھ اِس حوالے سے سِرِ تاریخ لکھا ہے

مدینے کے سفر میں تھیں کہ اِک بدبخت نے اِن کو
کچوکے نیزے سے دے کر کجاوے سے گرایا ہے

اِنھیں چوٹوں، اِنھیں زخموں، اِنھیں ایذاؤں کے باعث
رسولِ حق کی بیٹی نے قضا کا چہرہ دیکھا ہے

بقیعِ پاک میں ہیں محوِ آرام آٹھ ہجری سے
جنازہ آپ کا پیغمبرِ حق نے پڑھایا ہے

اُمامہ اور علی بچے ہیں اِن کے اتنے پُر عظمت
جنھیں آقا نے چاہا ہے، جنھیں آقا نے پالا ہے

ہمارا دل ہے روشن اُن کے بھی نورِ محبت سے
ہمارے سر میں اُن سے بھی وفاداری کا سودا ہے

نہیں محروم ادنیٰ سی سعادت سے بھی ہم منظرؔ!
ہمارے لب پہ زینب بنتِ احمد کا قصیدہ ہے

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

رُقیہ بنتِ محبوبِ خدا کے پائے ذیشاں پر
جو موت آئے تو ہم سمجھیں کہ موت آئی ہے ایماں پر

نبیِ پاک کی یہ دوسری ہیں لاڈلی بیٹی
کرم اللہ کے بے حد تھے اُن کی ذاتِ ذیشاں پر

شعور و عقل میں تھیں منفرد ، دانائی میں یکتا
بہاریں بنتِ احمد کی تھیں مکے کے گلستاں پر

ہوا تھا عقدِ اوّل اُن کا جب مکے میں عتبہ سے
تو دو کم دس برس گزرے تھے اُن کی عمرِ رخشاں پر

ہوا آغاز اِنھیں ایام میں کارِ نبوت کا
تسلسل سے تھی یورش ظلم کی محبوبِ رحماں پر

یہ بے رحمی نہ تھی محدود اِک ذاتِ پیمبر تک
ستم ڈھاتے تھے ظالم آپ کے سارے شبستاں پر

اِسی باعث طلاقِ ناروا عتبہ نے دی اُن کو
بڑا تکلیف دہ یہ رنج تھا محبوبِ سبحاں پر

مگر پھر جلد ہی انعام یہ بخشا اِنھیں رب نے
بلند اِن کا ہوا مہرِ درخشاں بیتِ عثماں پر

ہمیشہ اِن کی خدمت کی سعادت میں رہے عثماں
رسول اللہ کو تھا ناز عثماں کے اِس احساں پر

بہ یومِ فتحِ بدر اِس عالمِ فانی سے منہ موڑا
خدا کی رحمتیں دائم ہوں اُن کی قبرِ ذیشاں پر

حبش اور طیبہ کی ہجرت کا تھا اعزاز اِنھیں حاصل
کھلا ہے اِس شرف کا در فقط چند اہلِ ایماں پر

خدا نے اِن کو عبداللہ نامی بخشا تھا بیٹا
ہے نقش اُس کا بقیعِ پاک کے خلدی بیاباں پر

وفا دار آل و اصحابِ پیمبر کا رہے منظرؔ!
جسے احسان کرنے کا ہے شوق اپنے دل و جاں پر

حضرت سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا

چاہتا ہے زیست سے جو دور ویرانی کرے
اُمِ کلثومِ پیمبر کی ثنا خوانی کرے

تیسری بیٹی محمد مصطفیٰ کی ہیں یہی
اِن کی تو دہلیز پر پتھر گل افشانی کرے

اِن کے بابا پر لُٹا دے سارا عالم سارا کچھ
اِن کی ماں کے در پہ سجدے فخرِ انسانی کرے

اِن کی پیاری محترم ماں کا خدیجہ نام ہے
با ادب جن کو سلام اورنگِ سلطانی کرے

اِن کا شوہر تھا عتیبہ، یعنی ابنِ بولہب
نار کا ایندھن جسے دنیاؤں کا بانی کرے

بعد میں یہ حضرتِ عثمان کی زوجہ بنیں
اِس شرف پر کیوں نہ اُمت شکرِ ربانی کرے

چھے برس تک حضرتِ عثماں کی یہ زوجہ رہیں
اِن کی اِس عزت کی عالم منقبت خوانی کرے

آج بھی آرام فرما ہیں بقیعِ پاک میں
”آسماں اِن کی لحد پر شبنم افشانی کرے“

راحت وآرام سے منظؔر مری گزرے حیات
زیست کے ہر موڑ پر وا بابِ آسانی کرے

حضرت سیدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنہا

اولیٰ و اعلیٰ عطا فرما دے یہ منصب مجھے
مدحتِ خیرالنسا کا دے شرف یا رب مجھے

فاطمہ زَہرا کی مدحت کے ہوں جو شایانِ شاں
ایسے اعلیٰ پائے کے الفاظ دے دے سب مجھے

وارثانِ علمِ محبوبِ خدا سمجھائیں اب
سیرتِ خیر النسا سے زیست کا مطلب مجھے

سوچنا ہے اب مجھے اِس پر کہ گھر سے قبر تک
کیا عطا کرتے نہیں زَہرا کے روز و شب مجھے

اُن کی ذات و شان سے آگاہ کیوں کرتے نہیں
عہدِ نو کی درس گاہیں ، تازہ تر مکتب مجھے

قبر کے پُر ہول سناٹوں میں ، شورِ حشر میں
اُن کی مدحت کا عطا فرمادے رب ، منصب مجھے

کاش منظؔر! اُن کی بھی چادر کا سایہ ہو نصیب
حشر کے میداں میں پہنچائیں فرشتے جب مجھے

☆

منقبت

مولانا محمد سمعان خلیفہ ندوی (بھٹکل)

اے فاطمہ، اے دخترِ محبوبِ ربِّ کائنات
اے پرتوِ مہرِ مبیں، اے جلوۂ روحِ حیات

شیریں سخن، روشن جبیں، تو خلد کی مسند نشیں
سانسوں میں بوئے عنبریں، فخرِ بناتِ طاہرات

عکسِ نبی جلوہ نما کردار میں گفتار میں
تو پیکرِ لطف و کرم تو نقشِ آئینِ ثبات

دہلیز پر سایہ فگن وحیِ خدا کی روشنی
تھے زیرِ دامانِ صدف عالی گہر والا صفات

اے حاملِ بختِ رسا تیرے شرف کو کیا لکھوں
ہے تیری گردِ رہ گزر یہ ماہ وانجم کی برات

تو آبروئے اہلِ حق آئینہ حسنِ نبی
ہے تجھ سے منزل کا نشاں، تجھ سے وقارِ طیبات

تیرے بلند اطوار کی کیسے کروں مدح و ثنا
تیری حیات پاک ہے انوارِ چشمِ مؤمنات

اللہ سے یہ ہے دعا ہر گام پر صبح ومسا
سمعان کو ملتا رہے بس نغمۂ حمد وصلات

چاروں بیٹیاںؓ

سرزمینِ قلب کی سلطان چاروں بیٹیاںؓ
اُمہات المومنینؓ کی جان چاروں بیٹیاںؓ

میرے اِس دیوان کا عنوان چاروں بیٹیاںؓ
عظمتِ نسواں کی ہیں پہچان چاروں بیٹیاںؓ

مصطفیؐ کا چین ہیں راحت ہیں نورِ عین ہیں
اپنے بابا جان پر قربان چاروں بیٹیاںؓ

سیدہ کلثومؓ، زینبؓ، ہیں رقیہؓ، فاطمہؓ
دوجہاں میں قابلِ ذیشان چاروں بیٹیاںؓ

مسفرہ، مستبشرہ، دینِ مبیں کی محسنہ
ہیں گلِ عرفاں، مرا ایمان چاروں بیٹیاںؓ

ہدیہ ہیں من جانبِ یزداں محمدؐ کے لیے
اور امت کے لیے برہان چاروں بیٹیاںؓ

کیوں الگ کرتے ہو تینوں کو سخی زہراؓ سے تم
باغِ شاہِ بطحاؐ کی ریحان چاروں بیٹیاںؓ

حق پرستی کی علم بردار ہیں جانِ نبیؐ
جود کا عائش رواں مہران چاروں بیٹیاںؓ

عائشہ صدیقی عائشؔ

منقبت

دخترِ شاہِ زمن، خاتونِ جنت فاطمہؑ
مادرِ حسنینؑ اور حیدرؑ کی راحت فاطمہؑ

نیک فطرت، نیک سیرت، نیک خصلت فاطمہؑ
سر بہ سر ہیں با فضیلت، با سعادت فاطمہؑ

بیٹیاں ہوتی ہیں رحمت اپنے والد کے لیے
آفریں! ہیں رحمتِ عالم پہ رحمت فاطمہؑ

جنتِ اولاد ہے پاؤں تلے ماں کے تو پھر
مرحبا! جنت کے سرداروں کی جنت فاطمہؑ

ماں کا آنچل واسطے بیٹے کے پہلا مدرسہ
صلح جوئی حسنؑ ہیں در حقیقت فاطمہؑ

والدہ کی گود میں پروان چھڑتا ہے پسر
کربلا کے عزم کی ہیں عین جرأت فاطمہؑ

لائقِ تقلید ٹھہرا انؑ کا ہر نقشِ قدم
ہیں سراپا چشمۂ نورِ ہدایت فاطمہؑ

خوبیاں در خوبیاں ہیں ایک پیکر میں اُویسؔ
معجزہ ہے آپ کی ہر ہر کرامت فاطمہؑ

علی اُویسؔ جعفری، چاندپور

سلام بہ حضور سیدۂ کائناتؑ

معین الحق معین

السّلام اے سیّدہؑ بنتِ رسولؐ
السلام اے فاطمہ زہرا بتولؑ

السلام اے نورِ چشمِ مصطفیٰ
السلام اے فاطمہؑ شانِ خدا

السلام اے مصطفیٰ را نورِ عین
السلام اے مادرِ حسنؑ و حسینؑ

السلام اے معدنِ صبر و رضا
السلام اے مخزنِ لطف و عطا

السلام اے زینتِ خلدِ بریں
السلام اے رہبرِ راہِ یقیں

السلام اے غم گسارِ عاصیاں
السلام اے دست گیرِ عاجزاں

در ردائے لطفِ خود پنہاں بکن
مادرِ مشفق بمن احساں بکن

السلام اے حضرتِ خیر النساءؑ
از معین الحق معین بے نوا

فہرست
احادیثِ مسند فاطمہ رض

(ادارہ)

[حرف ألف]

أبشري يا فاطمة فإن المهدي منك

إبنتي فاطمة حوراء آدمية لم تحض ولم تطمت

أتاني جبرئيل بسفر جلة من الجنة

أتاني ملك فسلم علي نزل من السماء ولم ينزل قبلها

أتانا رسول اللّٰه ﷺ فوضع رجله بيني وبين فاطمة

إتقي اللّٰه يا فاطمة وأدي فريضة ربك

أتيت فاطمة أسألها عن على

أتيت النبي ﷺ فخرج فتبعته

إجتمع على و جعفر وزيد بن حارثة

إجعلوا في الطيب ثلثين وثلثاً في الثياب

أحب أهلي إليَّ فاطمة

إذا أخذت مضجعك فقولي الحمدللّٰه الكافي

إذا كان يوم القيامة حملت على البراق

إذا كان يوم القيامة نادى مناد من وراء الحجاب

إذا كان يوم القيامة نادى مناد من بطنان العرش

إذا كان يوم القيامة نادى مناد يا معشر الخلائق

إذا كان يوم القيامة نادى مناد من بطنان العرش

إذا كان يوم القيامة ينادي مناد من بطنان العرش

إذهب بهذا إلى فلان واشتر لفاطمة قلادة

إذهبي إلى أبيك فسليه خادماً

أربع نسوة سادات عالمهن

أزواج النبي ﷺ خديجة بنت خويلد

أسكني فقد أنكحتك أحب أهل بيتي إليّ

اشتكت فاطمة مجل يديها من الطحن

أصابت علياً خصاصة فقال لفاطمة

اعتنق رسول اللّٰه ﷺ علياً وفاطمة بيده

أعطى أبوبكر علياً جارية

أفضل نساء أهل الجنة خديجة بنت خويلد

ألا أحدثك عني و عن فاطمة بنت رسول اللّٰه ﷺ

ألا أدلكما على خير مما سألتماه

ألا إن مسجدي هذا حرام على كل حائض

ألا إن هذا المسجد لا يحل لجنب ولا لحائض

ألا لا يحل هذا المسجد لجنب ولا حائض

اللهم إنك جعلت صلواتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك على إبراهيم

اللهم بارك فيهما وبارك عليهما

أما ترضين أني زوجتك أول المسلمين إسلاماً

أما ترضين أن ابنيك سيدا شباب أهل الجنة
أما ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة
أما الحسن فله هيبتي وسؤددي
أما الحسن فقد نحلته حلمي وهيبتي
أما رأيت العارض الذي عرض لي
أما علمت أن اللّٰه عزوجل اطلع على أهل الأرض فاختار منهم أباك
أما قولك يقول قريش ما أسرع ما تخلف عن ابن عمه
أنا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم
أنا وعلي وفاطمة والحسن والحسين يوم القيامة في قبة
أنا وفاطمة والحسن والحسين مجتمعون ومن أحبنا يوم القيامة
إن أبا بكر الصديق قال له في مرض موته إني لا آسي
إن ابنتي فاطمة بضعة مني
إن ابني فاطمة قد استوى في حبهما البر والفاجر
إن أم كلثوم جاء ت إلى رسول اللّٰه ﷺ
إن أول من يدخل الجنة أنا وأنت وفاطمة
إن جبرئيل كان يعارضني القرآن كل سنة مرة
إن رسول اللّٰه ﷺ جمع فاطمة ولياً والحسن والحسين
إن رسول اللّٰه ﷺ أمر فاطمة وقال زني شعر الحسين
إن رسول اللّٰه رأى على فاطمة كساء من أوبار الإبل
إن رسول اللّٰه في مرضه الذي قبض فيه
إن رسول اللّٰه ﷺ نادى في قريش فجمعهم
إن رسول اللّٰه ﷺ قال لفاطمة ائتني بزوجك وابنيك

إن رسول اللّٰه قال لفاطمة أبشري بالمهدي منك
إن رسول اللّٰه ﷺ كان عند أم سلمة
إن رسول اللّٰه ﷺ كان عندها
إن عليّ بن أبي طالب خطب ابنة أبي جهل
إن علياً قال مكثنا أياماً ليس عندنا شي
إن علياً لقي فاطمة يوم أحد
إن عمر بن الخطاب خطب إلى علي بن أبي طالب ابنة أم كلثوم
إن عمر بن الخطاب دخل على فاطمة بنت رسول اللّٰه ﷺ
إن فاطمة أتت أبا بكر تساله سهم ذوي القربیٰ
إن فاطمة أحصنت فرجها
إن فاطمة اشتكت إلیٰ النبي ﷺ
إن فاطمة اشتكت ماتلقیٰ من أثر الرحیٰ
إن فاطمة بنت محمد ﷺ أرسلت إلیٰ أبي بكر تسأله ميراثها
إن فاطمة بضعة مني
إن فاطمة بنت محمد ﷺ جلدت أمة لها
إن فاطمة بنت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم سألت أبابكر
إن فاطمة بنت رسول اللّٰه ﷺ قالت يا أسماء إني قد استقبحت مايصنع بالنساء
إن فاطمة جاء ت أبا بكر و عمر تطلب ميراثها
إن فاطمة حصنت فرجها
إن فاطمة قالت لأبي بكر من يرثك إذا مت

إن فاطمة كانت تدق الدرمك بين حجرين
إن فاطمة لما توفي رسول اللّٰہ ﷺ كانت تقول وأبتاه
إن فاطمة لما ماتت دفنها عليّ ليلاً
إن فاطمة قالت يا أبا بكر من يرثك إذا مت
إن فاطمة وعلياً والحسن والحسين في حضيرة القدس
إن لكل بني أب عصبة ينتمون إليها
إن ملكاً من السماء لم يكن زارني
إن اللّٰہ تعالیٰ أمرني أن أزوج فاطمة من علي
إن اللّٰہ تعالیٰ غير معذبك ولا ولدك
إن اللّٰہ تعالیٰ عز و جل ليغضب لغضب فاطمة
إن اللّٰہ تعالیٰ يغضب لغضبك
إن النبي ﷺ حيث زوج فاطمة دعا بماء فمجه
إن النبي ﷺ دخل على ابنته فاطمة
إن النبي ﷺ طرقه
إن النبي ﷺ قال لفاطمة ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة
إن النبي ﷺ قال قومي يا فاطمة فاشهدي
إن النبي ﷺ قال لها إنك أول أهل بيتي لحوقًا بي
إن النبي ﷺ كان كثيراً ما يقبل عرف فاطمة
إن النبي ﷺ كان يمر ببيت فاطمة ستة أشهر
إنها أتت أباها بالحسن والحسين
إنها جاء ت إلى النبي ﷺ فقالت يا رسول اللّٰہ
زوج فاطمة خير من زوجي
إنها دخلت على رسول اللّٰہ ﷺ
إنها قالت يا رسول اللّٰہ رأيت كأن في بيتى عضواً
إنما فاطمة بضعة مني فمن أغضبها فقد أغضبني
إنما فاطمة بضعة مني يؤذيني ما آذاها
إنما فاطمة بضعة مني من آذاها فقد آذاني
إنما سميت فاطمة لأن اللّٰہ فطمها
إنما فاطمة شجنة مني
إنه التقط ديناراً فاشترى به دقيقاً
إنه التقط ديناراً فقطع منه قيراطين
إنه حين بويع لأبي بكر بعد رسول اللّٰہ ﷺ
إنه دخل على النبي ﷺ وقد بسط شملة
إنه كان عند النبي ﷺ فقال أي شئ خير للمرأة
إنه لم يكن نبي كان بعده نبي إلا عاش نصف عمر الذي كان قبله
إنه قال لفاطمة إذهبي إلى أبيك فسليه
إنه سأل عائشة من كان أحب الناس إلى رسول اللّٰہ ﷺ
أول شخص يدخل الجنة فاطمة بنت محمد
أول من يلحقني من أهلي أنت يا فاطمة
أهدي للنبي ﷺ حلة مكفوفة

[حرف الباء]

بعث عليّ رجلاً إلى النبي ﷺ فسأله عن الرجل يمر في الطريق

[حرف التاء]

تفرج الفتن برجل منهم ليس ومهم خسفاً

[حرف الجيم]

جاء ت فاطمة إلیٰ أبي بکر الصدیق فقالت یا خلیفة رسول اللّٰہ أنت ورثت رسول اللّٰہ ﷺ أم أھلہ

جاء ت فاطمة إلیٰ أبي بکر تطلب میراثھا

جاء ت فاطمة بالحسن والحسین إلیٰ النبي ﷺ

جاء ت فاطمة إلیٰ رسول اللّٰہ ﷺ تشکو الخدمة

جاء ت فاطمة إلیٰ النبيﷺ تسألہ خادماً

جاء عليّ إلیٰ رسول اللّٰہ ﷺ یسألہ عن إبنة أبي جھل

جاء أبوبکر إلیٰ النبي ﷺ فقعد بین یدیہ

جھز رسول اللّٰہ ﷺ فاطمة في خمیل وقربة

[حرف الحاء]

حسبك من نساء العالمین مریم بنت عمران

[حرف الخاء]

خرج حسین وأنا معہ وھو یرید أرضہ التي بظاھر الحرة

خصي لمعاویة وکان في سبي فزارة

خیر رجالکم عليّ وخیر شبابکم الحسن والحسین

خدیجة خیر نساء عالمھا ومریم خیر نساء عالمھا

خیر نساء العالمین أربع

خطب علي ابنة أبي جھل إلی عمھا الحارث بن ھشام

خطب إليّ ابنة أبي جھل

خطب أبوبکر وعمر فاطمة

خطبت فاطمة إلیٰ رسول اللّٰہ ﷺ

خیراً رأیت تلد فاطمة غلاماً

خطبت إلیٰ النبي ﷺ ابنتہ فاطمة

[حرف الدال]

دخل عليَّ رسول اللّٰہ ﷺ وعلیٰ فاطمة من اللیل

دخلت علیٰ رسول اللّٰہ ﷺ مسجدہ فقال أین فلان

دعا النبي ﷺ فاطمة في مرضہ الذي توفي فیہ

دعا رسول اللّٰہ ﷺ فاطمة بعد الفتح

[حرف الراء]

رأیتك حین أکببت علیٰ النبي ﷺ

رأیت فاطمة بنت رسول اللّٰہ ﷺ أتت بإبنیھا إلیٰ رسول اللّٰہ ﷺ

[حرف الزاي]

زارنا رسول اللّٰہ ﷺ وبات عندنا

زوجني النبي ﷺ فاطمة علیٰ درع

زوجني رسول اللّٰہ ﷺ فاطمة

زوجتك خیر أھلي

زوج فاطمة خیر من زوجي

[حرف السین]

سألت عائشة عن لحوم الأضاحي

سیدات نساء أھل الجنة أربع

سیدات نساء أھل الجنة بعد مریم بنت عمران فاطمة

سمعت علیاً ینشد و رسول اللّٰہ ﷺ یسمع

سألت عمر بن الخطاب عن قول اللّٰہ عز و جل یا أیھا الذین آمنوا لا تسألوا عن أشیاء إن تبدلکم تسؤکم

سلام علیك یا أبا الریحانتین

سألتني أمي متیٰ عھدك بالنبي ﷺ

سمعت رسول اللّٰہ ﷺ يقول أول من يلحقني من أهلي أنت يا فاطمة

سمعت عليّ بن أبي طالب يقول إن فاطمة كانت تدق الدرمك

[حرف الشين]

شرار أمتي الذين غذوا بالنعيم

[حرف الصاد]

صلى ﷺ في اليوم الذي مات فيه

صاحب الدابة أحق بصدرها

صلى أبوبكر الصديق على فاطمة بنت رسول اللّٰہ ﷺ

صلى رسول اللّٰہ ﷺ على إبنه إبراهيم

[حرف العين]

عرض لي ملك استأذن ربه أن يسلم عليّ

عقَّ رسول اللّٰہ ﷺ عن الحسين بشأة

[حرف الفاء]

فاطمة بضعة مني فمن أغضبها أغضبني

فاطمة بضعة مني يقبضني ما يقبضها

فاطمة سيدة نساء أهل الجنة

فاطمة أحب إليّ منك وأنت أغز عليّ منها

فاطمة سيدة نساء العالمين بعد مريم

فاطمة بضعة مني وأنا أكره أن تحزن أو تغضب

في الجنة درجة تدعى الوسيلة

[حرف القاف]

قدم رسول اللّٰہ ﷺ في غزاة له

قارئ الحديد وإذا وقعت والرحمٰن يدعى في ملكوت السموات

قولي اللهم رب السموات السبع ورب العرش العظيم

قال رسول اللّٰہ ﷺ لفاطمة إن اللّٰہ يغضب لغضبك

قال نفر من الأنصار لعليّ عندك فاطمة

قالت فاطمة بنت رسول اللّٰہ ﷺ قال لي رسول اللّٰہ ﷺ

إن عيسى ابن مريم مكث في بني إسرائيل أربعين سنة

قالت فاطمة يا بن عمّ شقّ علي العمل والرحىٰ

قدم علىٰ رسول اللّٰہ ﷺ بسبي

قال لنا رسول اللّٰہ ﷺ ذات يوم أي شئ خير للمرأة

قدم علىٰ عمر حلل من اليمن

قلت لفاطمة لو أتيت النبي ﷺ فسألته خادماً

قال رسول اللّٰہ ﷺ يا فاطمة إذا أخذت مضجعك فقولي

قال رسول اللّٰہ ﷺ لعليّ ثلاث خصال

[حرف الكاف]

كانت مخزومية تستعير المتاع وتجحده

كان إذا دخل المسجد يقول بسم اللّٰہ والسلام علىٰ رسول اللّٰہ

كان إذا دخل المسجد صلىٰ علىٰ محمد وسلم

كان إذا قدم من سفر بدأ بالمسجد فصلىٰ فيه ركعتين

كان رسول اللّٰہ ﷺ إذا دخل المسجد

كان النبي ﷺ إذا قدم من سفر تلقى بصبيان أهل بيته

كساني رسول اللّٰہ ﷺ حلة سيراء

كساني النبي ﷺ بردين من حرير

كل بني أم ينتمون إلىٰ عصبة إلا ولد فاطمة

كل أمتي معافىٰ إلا المجاهرون

كل بني أنثىٰ فإن عصبتهم لأبيهم

كنت جالساً إذ جاء عليّ والعباس يستأذنان

كنت علىٰ الباب يوم الشورىٰ فارتفعت الأصوات بينهم

كنت فيمن حضر فاطمة حين ضربها المخاض

كنت مع عليّ حين أمره رسول اللّٰه ﷺ علىٰ اليمن

[حرف الميم]

ما كان اللّٰه ليجمع فيكم أمرين النبوة والخلافة

ماتت فاطمة بنت النبي ﷺ فجاء أبو بكر وعمر ليصلوا

متى عهدك بالنبي ﷺ فقلت مذ كذا و كذا

مرّبي رسول اللّٰه ﷺ وأنا مضطجعة مصبحة

من أحب هؤلاء فقد أحبني ومن أبغضهم فقد أبغضني

[حرف النون]

نزل ملك من السماء فاستأذن اللّٰه أن يسلِّم عليّ

نهاني رسول اللّٰه ﷺ عن خاتم الذهب

نبئت أن علياً قال مكثنا أياماً ليس عندنا شئ

[حرف الواو]

والذي نفسي بيده ما اقتبس في آل محمد نار منذ ثلاثين يوماً

وقف سائل علىٰ أمير المؤمنين عليّ

واللّٰه ما من نبي إلا وولد الأنبياء غيري

والذي أحلف به إن كان عليّ لأقرب الناس عهداً برسول اللّٰه ﷺ

وقف رسول اللّٰه ﷺ علىٰ بيت فاطمة فسلم

[حرف الياء]

يا أبا بكر انتظر بها القضاء

يا أبت إن الناس يزعمون أن هؤلاء الستة ليسوا برضى

يا أنس أتدري ما جاء ني به جبرئيل من عند صاحب العرش

يا بني عبد مناف يا بني عبد المطلب يا فاطمة بنت محمد

يا بنية قومي واشهدي رزق ربك ولا تكوني من الغافلين

يا صفية بنت عبد المطلب يا فاطمة بنت محمد

يا فاطمة ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء المؤمنين

يا فاطمة ألا ترضين أن تكوني سيدة نساء العالمين

يا فاطمة أما أني ما آلوتك أن أنكحتك خير أهلي

يا فاطمة إن اللّٰه عز و جل بعث أباك بأمر لم يبق على ظهر الأرض

يا فاطمة إن اللّٰه ليغضب لغضبك

يا فاطمة إنه لم يبعث نبي إلا عمر الذي بعده نصف عمره

يا فاطمة أيسرك أن يقول الناس

يا فاطمة بنت رسول اللّٰه اعملي للّٰه خيراً

يا فاطمة بنت محمد اشتري نفسك من النار

يا معشر قريش اشتروا أنفسكم من اللّٰه

يا معشر قريش أنقذوا أنفسكم من النار

OO

بناتِ طاہراتؓ-ایک نظر میں

اسماءِ گرامی	کنیت	لقب	ولادت	نکاح	شوہر	اولاد	وفات	وفات کے وقت عمر	شوہر کی وفات	تدفین
حضرت زینبؓ	ام علی	صاحبۃ القلادۃ	۲۳ق ھ ۶۰۰ عیسوی	بعثت نبوی کے قریب	حضرت ابوالعاص ابن ربیعؓ	حضرت علی بن ابوالعاصؓ حضرت امامہ بنتؓ ابوالعاص	۸ ھ ۶۲۹ عیسوی	۳۰/سال	۱۳ھ ۶۳۴ عیسوی	جنت البقیع
حضرت رقیہؓ	ام عبداللہ	ذات الہجرتین	۲۰ق ھ ۶۰۳ عیسوی	۸ق ھ	حضرت عثمان ابن عفانؓ	عبداللہ بن عثمانؓ	۲ھ ۶۲۴ عیسوی	۲۱/سال	۳۵ھ ۶۵۶ عیسوی	جنت البقیع
حضرت ام کلثومؓ	-	-	۱۹ق ھ ۶۰۴ عیسوی	۳ھ	حضرت عثمان ابن عفانؓ	اولاد نہیں ہوئی	۹ھ ۶۳۰ عیسوی	۲۸/سال	۳۵ھ ۶۵۶ عیسوی	جنت البقیع
حضرت فاطمہؓ	ام الحسنین	سیدۃ نساء العالمین	۱۸ق ھ ۶۰۴ عیسوی	۳ھ	حضرت علی ابن ابی طالبؓ	حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت محسنؓ حضرت زینبؓ حضرت ام کلثومؓ	۱۱ھ ۶۳۲ عیسوی	۲۸/سال	۴۰ھ ۶۶۱ عیسوی	جنت البقیع